تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ

مانا کہ مغرب نے خوب ترقی کی، سیاسی اور اقتصادی نظام، عسکری قوت، وسائل معیشت اور تمدنی ترقی میں اوج کمال کو پہنچ چکا، اور اس کے ذریعہ اس نے اپنی مشکلات کو حل کرنے اور اندرونی اضطراب کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش صدا بہ صحرا ثابت ہوئی، آج مغربی نوجوان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کی تلاش میں ہر وادی کی خاک چھان رہا ہے، اور ہر جگہ سے نامراد اور ناکام لوٹ رہا ہے، یہ اخلاقی ابتری اور ذہنی کشمکش کا آج مغربی نوجوان شکار ہے یہ اس کے آزاد معاشرے کا نتیجہ ہے جو اخلاقی اور دینی پابندیوں سے یکسر خالی اور آزاد ہے، اور یہی ان کی بیماری کی اصل جڑ اور بنیاد ہے، ایسے میں مغرب کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور خاص طور سے خاتم رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہے۔

آج مغرب اپنے موجودہ صنعتی اور سیاسی نظام کو چھوڑ کر نئے نظام کی خواہش نہیں رکھتا، اس لیے اس نے اعلیٰ قسم کے نظام ہائے حیات کا تجربہ حاصل کیا ہے، اور اس کا علم، تحقیق اور فراست انتہا کو پہنچ چکی ہے، لہٰذا وہ مزید کسی نئے نظام کا خواہش مند نہیں کیونکہ اسے اس میں اپنے مسائل کا حل نظر نہیں آتا، آج تو مغرب کو دلی چین اور قلبی سکون کی تلاش ہے، جس سے اس کا نظام دیوالیہ ہو چکا ہے۔

حق کے داعیوں کے لئے ضروری ہے کہ اسباب حیات اور سامان زندگی سے مستفید ہونے اور ان کی حیثیت کی تعیین کے تعلق سے ان کی زندگی اعتدال اور جامعیت ایک قابل تقلید نمونہ ہو، اور اس سلسلہ میں علمی تشریح سے زیادہ عملی نمونے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں، وہ یہ کہ اس نظریہ کو فروغ دینے میں علمی تشریح کی بھی ضرورت ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، لیکن وہ مسئلہ کا اصل حل نہیں ہے، اصل حل صحیح نمونہ زندگی ہی ہے [illegible] کے اصحاب کی سنت کے [illegible] کے قافلے کو آگے بڑھانے کا اقدام کرتے ہیں؟

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سالانہ زرتعاون -/250

۲۵ مارچ ۲۰۱۱ء

فی شمارہ -/Rs.12

Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Vol. No. 48 Issue No.09

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740408
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet

19 March, 2011

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram
Jewellers

Phone: Shop. 0522-22746
® 0522-261673

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Qaba Awning
Quality Tent And Awning

DEMOTENT

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیموڈینٹ

گراؤنڈ فلور، ۵۰ گوری بازار سروجنی نگر کانپور روڈ لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 786737094

Shop : 2613736 - 4048340
Res. : 2226177
Akbari Gate : 2268845

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ پروپرائٹر: محمد اسلم

Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335913718

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کلر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر،
فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب،
عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

ایک مرتبہ تجربہ کر کے خدمت کا موقع دیں

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
[illegible]

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell:91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Saleh Mahmood Lko. Mobile : 9335394867 - 8853737140

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

پندرہ روزہ
لکھنؤ

تعمیرِ حیات

جلد نمبر ۴۸ — شمارہ نمبر ۱۰

۲۵ / مارچ ۲۰۱۱ء مطابق ۱۹ / ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون -/250 فی شمارہ -/12
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -$50 ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406
مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

شعروادب
کھول آنکھ، زمیں دیکھ.... علامہ اقبالؒ ۲

اداریہ
دگرگوں ہے جہاں... شمس الحق ندوی ۳

چراغ راہ
ملک کے موجودہ حالات.. حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ۵

حدیث دل
مختلف جماعتوں سے خطاب حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۸

نشان منزل
مسلمانوں کی ملی تعمیر کا مسئلہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۱۱

چشم کشا
نگاہ مردِ مومن سے.... مولانا ابوالکلام آزادؒ ۱۵

صحبت صالح
اچھے لوگوں کی صحبت... مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی ۱۸

محاسن اسلام
مساوات انسانی کی عملی تصویر شیخ مصطفیٰ سباعی/ قیصر حسین ندوی ۲۱

فقہ وفتاویٰ
سوال وجواب مفتی محمد ظفر عالم ندوی ۲۴

حقوق وآداب
مہمان کے حقوق وآداب خالد فیصل ندوی ۲۵

خبرونظر
عالم اسلام جاوید اختر ندوی ۲۸

رودادسفر
بہار وجھارکھنڈ کے دعوتی پروگرام محمود حسن حسنی ندوی ۲۹

airosa INTERNATIONAL
ایروسا انٹرنیشنل
اعلیٰ خدمات وبہترین رہنمائی کا قابل اعتماد مرکز
ویسٹرن یونین منی ٹرانسفر
مقامی وبیرونی ہوٹل ریزرویشن
چھٹیوں میں ٹور اور ٹریول کا خاص انتظام
ویزٹ ویزہ، فیملی ویزہ، بجنس ویزہ کی اسٹیمپنگ سروس
IATA
TAFI
WESTERN UNION MONEY TRANSFER
Tel.: 0522-4911111 - Mobile : 9305573100 (24x7) - E-mail: airosa@rediffmail.com
G-1, Natraj Complex, 11-B.N. Road, Lalbag, Lucknow- 226001

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم
گہنہ پیلیس
GEHNA PALACE
میں آپ کا خیر مقدم ہے
Whenever you See Jewellery Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
Phone : 0522-2260433, Mobile : 9415024686

شعروادب

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ

علامہ اقبالؒ

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایام جدائی کے ستم دیکھ ،جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو،معرکۂ بیم و رجا دیکھ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل ،یہ گھٹائیں
یہ گنبد افلاک، یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ،یہ صحرا،یہ سمندر،یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینۂ ایام میں آج اپنی اَدا دیکھ

سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے
دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحر تخیل کے کنارے
پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیر خودی کرکے اثر آہِ رسا دیکھ

خورشید جہاں تاب کی ضو تیرے شرر میں
آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنر میں
جچتے نہیں بخشے ہوئے فردوس نظر میں
جنت تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکر گل کوششِ پیہم کی جزا دیکھ

نالندہ ترے عود کا ہر تار ازل سے
تو جنس محبت کا خریدار ازل سے
تو پیر صنم خانہ اسرار ازل سے
محنت کش و خوں ریز و کم آزار ازل سے
ہے راکب تقدیر جہاں تیری رضا دیکھ

☆☆☆☆☆

اداریہ

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی

شمس الحق ندوی

ہندوستانی مسلمان اس وقت جن نازک حالات سے گذر رہے ہیں ان حالات میں بڑی ہوشمندی، بڑے ایثار وقربانی، صبر وحلم اور سوجھ بوجھ سے کام لینے کی ضرورت ہے، اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو ملت اسلامیہ کا بقا خطرہ میں ہے، اس کے لئے ہمیں مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ حالات اشارہ دے رہے ہیں بلکہ اب تو بعض جگہوں پر یہ بات کھل کر سامنے آنے لگی ہے کہ مسلمانوں کو اقتصادی ومعاشی اعتبار سے بھی کمزور کردیا جائے اور علم وہنر اور صنعت وحرفت کے میدان میں بھی ان کو پست کردیا جائے۔ جہاں تک مسلمانوں کے ملی تشخص اور دین وعقیدہ کا تعلق ہے اس سلسلہ میں تو جو منصوبے تیار کئے گئے ہیں بلکہ ان کو عملی شکل دینے کی جو کوششیں جاری ہیں وہ تو خطرہ کی وہ آخری گھنٹی ہیں جو ہماری آئندہ نسلوں کو دین وایمان سے بالکل دور کردینا چاہتی ہیں، یہ وہ حقائق ہیں جن کی دلیل دینے اور تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ادنی سوجھ بوجھ رکھنے والا ہر مسلمان اس کو دیکھ اور سمجھ رہا ہے۔

یہ حالات کچھ نئے نہیں ہیں ملت اسلامیہ اپنی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایسے خطرات سے برابر گذرتی رہی ہے، لیکن اس نے ہر زمانہ میں اس کا ثبوت دیا ہے کہ ؎

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

بارہا ایسا ہوا ہے کہ ملت اسلامیہ کی کشتی موجوں کے گرداب میں پھنس کر اور ہچکولے کھا کھا کر ساحلِ نجات سے ہمکنار ہوگئی ہے، یہ بھی زمانہ کی ستم ظریفی رہی ہے کہ ہر زمانہ امتحانہ اور ملت اسلامیہ کی آزمائش کی گھڑیاں نئے نئے انداز سے آتی رہی ہیں لیکن اس وقت مسلمان جن فتنوں اور سازشوں کے دور سے گذر رہے ہیں وہ اس قرآنی انداز بیان اور اس بلیغ تعبیر کے ذریعہ حقیقت کو آئینہ کی طرح سامنے کردیتی ہیں: ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ (وہ شیطان) اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے)۔[اعراف/۲۷]

فتنے کچھ اس انداز سے آرہے ہیں کہ کچھ سادہ لوح لوگوں کو تو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا اور کچھ بلکہ ایک بڑی تعداد میں روشن خیال اور دانشور کہلانے والے مسلمان اس کو فتنہ سمجھتے ہی نہیں بلکہ اس کو عین ترقی اور ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کے فارمولے کے مطابق بالکل صحیح اور درست سمجھتے ہیں بلکہ اسی کو اپنی ہنرمندی اور دانشوری کی معراج سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف دینی وملی تقاضوں، ایمان وعقیدہ، اخلاق وکیریکٹر کے اپنانے کے سلسلہ میں ان کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ یہ بنیاد پرستی اور دقیانوسیت ہے اور یہ نتیجہ ہے اسی قرآنی فرمان سے غفلت وبے اعتنائی کا جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ شیطان تو تم کو دیکھ رہا ہے لیکن تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ یعنی وہ ایسے ایسے روپ میں سامنے آتا ہے جو حقیقتاً تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور تم اس کی چمک دمک دیکھ کر ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہو، جس کی تصویر کشی اقبال نے دو دو چار کی طرح یوں کی ہے ؎

میخانہ یورپ کے دستور نرالے ہیں
دیتے ہیں سرور اول لاتے ہیں شراب آخر

اقبال نے اپنے فارسی اشعار میں اس حقیقت کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا ہے جس کے ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے:

''فرنگ کی دلآویزی کی نہ داد ہے نہ فریاد جس نے عقل ودل دونوں کو مسحور ومخمور اور شکستہ ورنجور بنادیا ہے، فریاد ان بازیگروں سے جو کبھی ناز وانداز سے

پکڑتے اور کبھی بیڑیوں میں جکڑتے ہیں کبھی شیریں کا پارٹ ادا کرتے اور کبھی پرویز کا روپ بھرتے ہیں دنیا ان کی تباہ کاریوں سے ویرانہ ہوگئی ہے''۔ (نقوش اقبال)

یہاں ہندوستان میں بھی انھیں بازی گروں کی سازش سے یہی کھیل کھیلا جارہا ہے، جس کا شکار ہمارے بہت سے پڑھے لکھے دانشور بھی ہوجاتے ہیں اور اس کی وکالت کرنے لگتے ہیں۔

لہٰذا موجودہ حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مختلف مکاتب فکر کے مسلمان اپنے جزوی وفروعی مسائل کے اختلافات کے دائرہ سے نکل کر من حیث القوم متحد اور ایک جان ہوکر ان فتنوں کے مقابلہ کی فکر کریں جن سے نئی نسل کے دین واسلام سے عاری ہوجانے کا خطرہ لاحق ہے، جب دین وایمان ہی نہ رہے گا تو ان جماعتوں اور مختلف مکاتب فکر کا وجود کیسے باقی رہے گا، اس وقت مسئلہ اس کا نہیں کہ جھنڈا کس کے ہاتھ میں ہو، کامیابی کا سہرا کس جماعت ومکتبۂ فکر کے سر بندھے، اس وقت تو مسئلہ دین وایمان کے بقا کا ہے: ﴿یٰلَیۡتَ قَومِیۡ یَعۡلَمُونَ﴾۔ (کاش میری قوم کو خبر ہو!)

اس وقت مختلف محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے، ایک طبقہ علماء اور مدارس دینیہ کے ذمہ داروں کا ہے جن کا کام پورے اخلاص وتندہی کے ساتھ دینی علوم میں مہارت واختصاص پیدا کرنے اور اسی کے ساتھ اٹھنے والے فتنوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ امت کو ان خطرات سے آگاہ بھی کرتے رہیں اور ان کے مقابلہ کی تیاری بھی کرتے رہیں ان سے بچنے کی تدابیر بھی کی جاتی ہیں، یہ ذمہ داری تو دین وایمان کی حفاظت وبقا کے نقطۂ نظر سے ہوئی۔

دوسری طرف امت مسلمہ کے اقتصادی ومعاشی مسائل ہیں کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لئے ان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور نہ دین اسلام اس پر کوئی پابندی لگاتا ہے بلکہ اس کا صریح حکم دیتا ہے کہ دوسروں کا دست نگر بننے کے بجائے خود کفیل ہو جس کی متعدد آیات واحادیث میں تفصیلات ہیں اور امت کے قافلۂ اول حضرات صحابۂ کرامؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کے نمونے موجود ہیں۔

لہٰذا اس محاذ کو سنبھالنے کے لئے اپنی پوری ملی خصوصیات کے ساتھ امت کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اس محاذ کو سنبھالنا چاہئے جس کی صورت یہ ہے کہ جدید تعلیم کے اسکول کالج کھولے جائیں جہاں دین وعقیدہ کی درستگی اور اسلامی تربیت کے ساتھ ان کو جدید تعلیم دی جائے، اسی طرح کچھ ٹکنیکل اسکول بھی کھولے جائیں اور ان میں نوجوانوں کو لگایا جائے، ظاہر ہے کہ یہ سب کام صرف منصوبہ سازی سے نہیں ہوسکتے بلکہ اس کے لئے سرمایہ کی بھی ضرورت ہوگی اس کے لئے ہمارے خوش حال اور بڑے کاروباری طبقہ کو حصہ لینا چاہئے کہ امت کو سنبھالنے اور اٹھانے کے لئے جو کچھ خرچ کیا جائے گا وہ ذخیرہ آخرت بنے گا۔

اگر ہم ان مسائل پر خلوص کے ساتھ غور کریں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کام شروع کریں تو ایک دوسرے پر تنقید کرنے اور جزوی اور فروعی چیزوں پر ہماری جو توانائی صرف ہورہی ہے وہ مثبت کام میں لگ جائے اور پھر امت کا نہ صرف وزن قائم ہوجائے گا۔ بلکہ وہ اس طرح کام کرنے کی عادی ہوگی تو اس کا اسلامی کردار بھی سامنے آئے گا جو اپنے پرائے سب کے ساتھ حسن سلوک اخلاق ورواداری اور محبت وہمدردی کا سبق دیتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا آگ کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ انسانیت مردہ ہوچکی ہے۔ پورے عالم میں جنگل کا قانون چل رہا ہے انسانیت کی بقاء کے لیے سنجیدگی سے سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیتوں کو موجودہ میڈیا اور ماحول نے ختم کردیا ہے۔ اب اگر ان حالات میں انسانیت کو کوئی سنبھالا دے سکتا ہے تو وہی قوم دے سکتی ہے جس کے سر پر خیر امت کا تاج رکھا گیا ہے، لہٰذا امت مسلمہ کے ہر طبقہ کو اپنے اس شرف وبلندی کی لاج رکھنے کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمارے اپنے عقیدہ کے مطابق حالات کی تمام خرابیوں، مشکلات اور دشواریوں کے باوجود غیبی مدد حاصل ہوگی جس کی مثالوں سے ہماری اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ مسئلہ صرف ہمت وحوصلہ، دوراندیشی اور فکر وتدبر سے کام لینے کا ہے۔

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل
ترے بازو کی کوتاہی تری ہمت کی پستی ہے

☆☆☆☆☆

چراغ راہ

ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ملک کے موجودہ حالات میں ہم کو جائزہ لینا پڑے گا کہ وہ کون سی خرابیاں اور کمزوریاں ہیں جو ہمارے سماج میں نفوذ کرکے اسے کھوکھلا، مفلوج اور ملک کی تعمیر وترقی کی کوششوں کو بے اثر بنارہی ہیں اس ملک کے لئے جو حقیقی خطرات ہیں ان کی نشاندہی نہ کی جائے تو یہ ایک بہت بڑی خیانت ہوگی میں میدان سیاست کا کوئی شہسوار نہیں، مذہب وتاریخ اور اخلاقیات کا ایک طالب علم ہوں۔ اس طرح کے آدمی کی زبان سے تنقید واصلاح کی کوئی بات نکلے تو اس کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہئے۔

ہمارے ملک کے لئے پہلا خطرہ

اس ملک کے لئے اولین اور اہم ترین خطرہ یہ ہے کہ یہاں انسان کی صحیح قدر وقیمت اور انسانی شرف وعزت کا پورا احساس نہیں۔ اس سلسلے میں میرا نقطۂ نظر اور تاثر ایک عملی انسان کا ہے، میری قسمت اس ملک سے وابستہ ہے میں نے یہاں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں زندگی کی منجدھار میں ہوں، میں ایسی جگہ کھڑا ہوں جہاں کا ہر مسئلہ مجھ پر براہ راست اثرانداز ہوتا ہے، میں بیرون ملک اگر یہ بات کہتا تو اس کی حیثیت دوسری ہوتی، حقیقت تو یہ ہے کہ انسانی جان کی صحیح قدر وقیمت کو نہ پہچاننا کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے بلکہ انسانی جان کا بے قیمت ہوجانا تہذیب وتمدن اور انسانیت کے مستقبل کے لئے پیام موت ہے ع

غارت گر اقوام ہے یہ صورت چنگیز

برادر کشی زوال کی علامت

کسی ملک کی آبادی خواہ کتنی کثیر ہو اس کے پاس قدرتی وسائل کی کتنی ہی بہتات ہو، وہ ملک کتنا ہی زرخیز اور دولت مند ہو، اس میں تعلیم کیسی ہی اعلیٰ مدارج تک پہنچ چکی ہو کوئی چیز ایسے ملک کو محفوظ نہیں رکھ سکتی جو برادر کشی کے مرض میں مبتلا ہو۔

یہ بڑی حیرت اور انتہائی افسوس کی بات ہے کہ وہ ملک جس نے کبھی زمانہ قدیم میں پرچم کی سریلی بانسری بجائی تھی اور دل کش لے میں ہندی سنسکرت، فارسی اور پھر اردو میں محبت کا پیغام دیا تھا اور آخر دور میں بھی جہاں بیٹھ کر مسلمان صوفیوں نے انسان دوستی اور انسانیت کے احترام کا درس دیا تھا اور جس سرزمین سے گاندھی جی نے عدم تشدد اور اہنسا کا پیغام ساری دنیا کو سنایا تھا اور جس کے پاس آج بھی ہر زبان میں انسان دوستی کا وسیع لٹریچر ہے اس ملک میں آج انسانیت کے شرف اور انسانی جان کی قیمت کا پورا پورا احساس نہیں۔

ہر چیز انسان ہی کے تعلق سے بامعنی اور قیمتی ہوتی ہے

یہ احساس وخیال اس ملک میں رچ بس جانا چاہئے تھا کہ زبانوں کے مسائل، کلچر وتہذیب کے مسائل، رسم الخط کے مسائل، ان کے مسائل ہیں اور اس کے تابع ہیں۔ انہیں انسانوں نے پیدا کیا ہے، ان کے اندر جو کچھ کشش اور معنویت ہے، وہ انسان کی نسبت سے ہے۔ اگر انسان کی جان محفوظ نہیں تو کیسی زبان، کہاں کا کلچر، کہاں کے دریا، کیسے پہاڑ، کیسا ادب ولٹریچر، کہاں کی شاعری، ان چیزوں میں کوئی معنویت نہیں، معنویت تو انسان میں ہے۔ میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ آپ بخوبی واقف ہیں اور یہ ایک واقعہ ہے کہ اس ملک میں انسانی زندگی کی قدر وقیمت کا جتنا عمیق احساس ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ انگریزوں کی تفرقہ انگریز سیاست، فرقہ پرستی اور جذبہ احیائیت (REVIVALISM) کا اس میں حصہ ہے اس کا تعین مؤرخ کا کام ہے۔

معمولی واقعات پر قتل وغارت گری کا طوفان

بعض اوقات ایک درخت یا جانور کی خاطر یا کسی قدیم چیز کو زندہ کرنے کے جوش میں یا احیائیت کے جذبہ سے سیکڑوں انسانوں کا خون کردیا جاتا ہے اور ایسے ناخوشگوار، دل آزار اور شرمناک واقعات ظہور میں آتے ہیں جن سے ہماری گردنیں شرم سے جھک جاتی ہیں، ایک لہر اٹھتی ہے اور وہ انسانوں کے متاع، جان ومال کو بہا لیجاتی ہے جن سے دنیا کی آبرو قائم ہے جن کی خاطر اس کائنات کا حسن، فلسفہ شاعری، ادب وثقافت اور زندگی کی چہل پہل ہے وہ انسان ظلم وبربریت کا شکار ہوتا ہے۔ جو خدا کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے اور جس کے ساتھ ہم رہتے بستے ہیں اور جنکے ساتھ پوری زندگی گزرتی ہے یہ صورت حال ملک کے لئے بڑی خطرناک ہے کہ یہاں کسی انسانی وجود برداشت نہ کیا جائے۔

اس ملک میں بڑے بڑے دانشور ہیں، یونیورسٹی کی تعداد شاید کسی ملک میں اتنی ہو جتنی یہاں ہے مگر یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ یہاں کبھی کبھی ایسی ذہنی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ انسان سے بڑھکر یہاں کوئی گردن زدنی اور کشتنی نظر نہیں آتا، بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ اس ملک میں انسان کی

قیمت کا پورا احساس ہو، یہ عقیدہ ہو کہ سب چیزیں انسان کے لئے ہیں اور انسان کسی کی خاطر نہیں۔

ایک فلسفی کا قول

میں نے کہیں ایک فلسفی کا قول نقل کیا تھا کہ:

"جو بچہ دنیا میں پیدا ہوتا ہے، وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ خدا نسل انسانی سے مایوس نہیں لیکن ہم انسان اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے رہتے ہیں، اور وقتاً فوقتاً اعلان کرتے ہیں کہ نسل انسانی زندہ رہنے کی مستحق نہیں انسان کے اس دنیا میں آنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے زندہ رہنا چاہئے خوش وخرم رہنا چاہئے اور پروان چڑھنا چاہئے، خدا نے جب اس پر اعتماد کیا ہے تو ہم کیوں اس پر بے اعتمادی کریں۔"

انسانی دستور کی پہلی اور اہم دفعہ

آج ہندوستان میں لاکھوں کی تعداد میں ایسے مضمون نگاروں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کی ضرورت ہے جو سارے مسائل بالائے طاق رکھ کر گھر گھر، محلے محلے، گلی کوچے اس کی تبلیغ کریں کہ دستور ہند کی پہلی دفعہ چاہے جو کچھ ہو مگر ہمارے دستور زندگی کی سب سے اہم اور پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے کا حق ہے ہم اپنی سوسائٹی کے خوش نما چہرے پر بدنما داغ دیکھ رہے ہیں اور ہم خاموش ہیں۔

اسلام میں انسان کا مقام

اب میں آپ سے کہوں گا کہ اسلام کی تعلیمات اس سلسلے میں ہماری بڑی مدد کرسکتی ہیں اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان قدرت کا شاہکار ہے اور اس دنیا کے باغ کا سب سے حسین پھول۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾۔

ہم نے انسان کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سر پر تعظیم وتکریم کا تاج رکھا ہے: ﴿وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ﴾۔

اور ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت بخشی۔

اور اس کو اپنی خلافت سے سرفراز کیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی اعزاز اور اعتماد کے اظہار کا طریقہ نہیں۔

﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً﴾

(بیشک میں زمین میں (آدم کو) اپنا نائب بنانے والا ہوں)۔

خدا نے فرشتوں کو آدم سے سجدے کا حکم دیا جس سے اس کا اظہار ہو کہ اب اس کے لئے خدا کے سوا کوئی ایسی ہستی اور طاقت نہیں ہے جس کے سامنے اس کو جھکنے کی ضرورت ہو۔

انسان کے قدر وقیمت کی انتہا یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے:

"الخلق عیال اللّٰہ"

انسان کا خدا کے ساتھ اور خدا کا انسان کے ساتھ جو نازک تعلق ہے اس کے لئے وہ پیرایۂ بیان اختیار کرگیا ہے جس سے زیادہ طاقتور اور دلنشیں پیرایہ بیان نہیں ہوسکتا۔ ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے کہے گا کہ میرے بندے میں بیمار تھا تو عیادت کو نہیں آیا وہ کہے گا کہ پروردگار تیرے مرض اور عیادت کا کیا سوال ؟ تو تو سارے جہاں کا پروردگار ہے، ارشاد ہوگا کہ تجھے معلوم نہیں کہ میرا ں فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو اسے دیکھنے نہیں گیا، اگر تو اس کو دیکھنے جاتا تو مجھے وہیں پاتا پھر ارشاد ہوگا کہ اے انسان! میں نے تجھ سے غذا طلب کی تھی، تو نے مجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے چاہا تھا کہ تو اس کا پیٹ بھر دے اسے کھانا نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ ویسے ہی جواب دے گا ارشاد ہوگا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ یاد رکھ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔

پھر خدا نے انسان کی جان کی قیمت اتنی بڑھادی کہ وہ فرماتا ہے:

﴿اِنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً وَمَنْ اَحْیَاهَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً﴾۔

(جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا)۔

انسانی زندگی کی حرمت وعظمت کے مسئلہ میں ایک اور سو، قلت وکثرت، فرد اور جماعت میں کوئی فرق نہیں ایک ایک فرد قیمتی اور ایک ایک جان انسانیت کی عزت متاع ہے، ایک فرد کو پوری سوسائٹی قائم بنایا کسی انسانی ذہن میں نہیں آسکتا۔

ملک کے لئے دوسرا خطرہ

ملک کے لئے دوسرا خطرہ جو اس کے سر پر منڈلا رہا ہے تنگ نظری اور تہذیبی لسانی اور علاقائی عصبیت ہے اسی بیماری نے ہمارے ملک کو ماضی میں ٹکڑے ٹکڑے کیا اور باہر کی طاقتوں کو یہاں آنے کی شہہ دی یہ عفریت اب بھی موجود ہے جسے بعض بیرونی اور اندرونی حالات نے دبا رکھا ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ راکشش الف لیلہ کے افسانوی دیو کی طرح کسی بھی وقت بوتل سے باہر آسکتا ہے۔

اس ملک میں جنوب وشمال میں بڑی بیگانگی اور بے اعتمادی ہے جو کسی وقت رنگ لاسکتی ہے پھر برادریوں اور ملک کے مختلف طبقوں کے درمیان بڑی

بڑی دیوار کھڑی ہیں ہر طبقہ اور برادری ایک مستقل دنیا ہے ایک برادری دوسری برادری کے لئے وہ ہر طرح کی ناانصافی اور حق تلفی کو روا رکھتی اور اس میں کسی اہلیت اور نااہلیت اور مستحق اور غیر مستحق کا لحاظ نہیں رکھتی، ہماری سوسائٹی کا یہ وہ روگ ہے جو اسے گھن کی طرح کھا رہا ہے اور جس نے تمام انتظامیہ کو کھوکھلا اور کمزور بنادیا ہے۔

اسلام ہی رہنمائی کرسکتا ہے

تنگ نظری اور لسانی ونسلی اختلافات کو دور کرنے اور فراخ دلی وبے تعصبی اور انسانی وحدت کا خیال وجذبہ پیدا کرنے میں بھی اسلام ہی بیش قیمت مدد اور صحیح رہنمائی کرسکتا ہے حب الوطنی کے صحیح جذبے کے تحت یہ دیکھے بغیر کہ یہ اصول نظریہ اور یہ بات کہاں سے آئی ہے اور اس کا کہنے والا کون ہے؟ صحیح اور مفید بات کو اپنائے اگر کسی مکان میں آگ لگ جائے تو اسے بجھاتے وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بالٹی کس کی ہے اور پانی کہاں کا ہے، کس مکان یا بستی کی تباہی سے کہیں زیادہ ملک وقوم کی تباہی ہے، ملک کو خطرات سے بچانے، اسے سالمیت اور استحکام بخشنے کے لئے یہ نہ دیکھئے کہ ملک کے لئے مفید نظریات قرآن مجید یا حدیث نبویؐ سے ماخوذ ہیں، اسلام بلاشبہ ملک کو درپیش اس دوسرے خطرے کو رفع کرنے کے لئے بہترین رہنمائی کرسکتا ہے۔

نسل انسانی کی وحدت کا اصول اسلامی تعلیمات کا اولین اصول ہے، اسلام نے بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ نسل انسانی کا خالق بھی ایک ہے اور ان کا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے اسی لئے سب ایک ہی کنبے کے افراد اور ایک ہی ہستی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

﴿یَاایُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَاُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت میں آسانی ہو)۔

ملک کے لئے تیسرا اہم خطرہ

ہمارے ملک پر دولت پیدا کرنے کا ایک ایسا بھوت سوار ہوگیا ہے جس نے ملک کے حالات اور اقتصادی نظام کو درہم برہم کردیا ہے۔ ہر شخص اس فکر میں ہے کہ وہ راتوں رات دولت مند بن جائے دولت حاصل کرنا برا نہیں مگر جلد از جلد دولت مند بن جانے اور ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا شوق سخت خطرناک اور تباہ کن ہے۔ یہ شوق ایک لاوے کی طرح بہہ پڑا ہے اور ایک آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا ہے اس مرض کا شکار شہر، قصبات اور دیہات سب ہیں، دولت پرستی کا یہ جنون دیکھ کر بعض مرتبہ کچھ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس ملک میں ہر چیز دم توڑ چکی ہے صرف دو چیزیں زندہ ہیں ایک باہمی نفرت اور دوسرے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کی ہوس، جیتی جاگتی حقیقتیں یہی دو ہیں اور باقی سب کچھ فلسفہ اور شاعری ہے باہمی منافرت کے واقعات آئے دن ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے رہتے ہیں، کبھی کسی کلچر، زبان یا علاقے کی طرف تو کبھی کسی سیاسی پارٹی کی طرف ہے۔

سیاسی پارٹیوں کا اختلاف اپنی جگہ سوسائٹی میں اخلاقی خرابیاں ہر دور میں رہی ہیں مگر دولت پرستی کا اس طرح اعصاب پر سوار ہوجانا کہ اپنے مفاد کے لئے ملک کے مفادات کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو یہ کس قدر تشویشناک بات ہے۔

ہمارے یہاں مختلف تعمیری منصوبوں پل باندھ وغیرہ میں اتنی مقدار کا سیمنٹ اور مسالہ استعمال نہیں ہوتا جو اس کی پختگی کے لئے ضروری ہو۔ ٹھیکیدار اور عملے کی ملی بھگت اس کی پرواہ نہیں کرتی کہ ان کے اس عمل سے اس شہر کو نقصان پہنچے گا کوئی محکمہ ایسا نہیں جس میں رشوت کا بازار گرم نہ ہو۔ اس بات کو ذمہ دار بھی جانتے ہیں کہ دولت پرستی کا ایسا جنون جو ملک کے مفادات سے آنکھیں بند کرلے ملک کے عوام کو صریحاً نقصان پہنچاتا ہے چھوٹے سے چھوٹا کام ایمانداری اور سادگی کے ساتھ کرنا مشکل ہوگیا ہے ہر ایک کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہر قدم پر رشوت دینی پڑتی ہے خود شہری زندگی کی آسائشوں اور حکومت کے انتظامات کے فائدوں سے محروم ہوتے جارہے ہیں ہر شخص کی نظر دوسرے کی جیب پر ہے اور وہ اس کی ضرورت ومجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور کہیں انسانی ہمدردی اور سچی حب الوطنی کا نام نہیں۔

اس خطرے کا علاج

اس خطرے کا علاج صرف خدا کا خوف، آخرت کی بازپرس کا خطرہ ایسی دانا وبینا ذات کا تصور ہے جس کے متعلق یقین ہے کہ وہ دیکھ رہی ہے، حب الوطنی بھی کسی حد تک اس کا علاج کرسکتی ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگوں نے یورپ کا سفر کیا ہوگا، مغرب کے لوگ ان رکیک باتوں سے بچتے ہیں، یورپ کے خاص اور مشہور ممالک میں استحصال اور ملکی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر دولت اندوزی کا رجحان نہیں پایا جاتا اور جذبہ حب الوطنی کی وجہ سے ہوتا ہے مگر اس حرص کا صحیح علاج آخرت کا تصور، خدا کا خوف اور اس کی بازپرس کا خطرہ ہے۔

☆☆☆☆☆

حدیث دل

مختلف جماعتوں سے خطاب

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

میں ان کو کہتا ہوں جو اپنے آپ کو فقہاء سے موسوم کرتے ہیں اور تقلید میں جامد ہیں:

ان تک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں سے کوئی حدیث اسناد صحیح کے ساتھ پہنچی ہے اور گو فقہائے متقدمین میں سے ایک کثیر جماعت اسے اختیار کرنے کی طرف گئی ہے۔لیکن ان فقہائے جامدین کو اسے اختیار کرنے سے باز رکھتی ہے ان لوگوں کی تقلید جو اسے اختیار کرنے کے حق میں نہ تھے اسی طرح میں ان ظاہریہ سے کہتا ہوں جو ان فقہا ءکا انکار کرتے ہیں جو علم کے حاملین اور اہل دین کے ائمہ ہیں، یہ سب کے سب (فقہائے جامدین اور ظاہریہ) غلطی، حماقت اور گمراہی پر ہیں اور حق ایک ایسا امر ہے جو بین بین ہے۔

میں مشائخ کی اولاد سے جو استحقاق کے بغیر اپنے آباواجداد کی گدیوں پر بیٹھتے ہیں، کہتا ہوں: اے لوگوں تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم نے گروہ اور پارٹیاں (احزاب) بنالی اور ہر شخص اپنی رائے پر چلتا ہے، تم نے وہ طریقہ چھوڑ دیا ہے، جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعے نازل کیا تھا اور وہ لوگوں کے لیے رحمت، لطف وعنایت اور ہدایت ہے تم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو امام بنالیا ہے، وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور اپنے آپ کو ہادی ومہدی سمجھتا ہے، حالانکہ وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے، ہم ان سے راضی نہیں جو لوگوں سے اس غرض سے بیعت لیتے ہیں کہ وہ اس طرح تھوڑی سی پونجی حاصل کریں یا تحصیل علم کے ساتھ دنیاوی اغراض کو ملادیں، کیونکہ جب تک ارباب ہدایت کی مشابہت اختیار نہ کی جائے، دنیا حاصل نہیں ہوتی، ہم ان سے بھی راضی نہیں جو اپنے آپ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔اور اپنی حسب مرضی ان کو احکام دیتے ہیں۔ یہ راہزن، دجال، کذاب، فریب خوردہ اور فریبی ہیں، ان سے بچو، ان سے بچو، اور صرف اسی کی اتباع کرو جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے آپ کی طرف نہیں بلاتا، ہم مجلسوں اور محفلوں میں صوفیا کے اشارات کی نشرواشاعت سے بھی راضی نہیں، ہمارے راضی ہونے کی بات ''احسان'' ہے، کیا تمہارے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول میں نصیحت وعبرت نہیں:

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ [الأنعام/۱۵۳] (یہ میری سیدھی راہ ہے، سو اس پر چلو، اور مت چلو کئی راہوں پر وہ اس کی راہ سے تمہیں دور کردیں گی)

میں طالب علموں سے کہتا ہوں:

اے نادانو! تم جو اپنے آپ کو علماء سے موسوم کرتے ہو۔تم یونانی علوم، صرف نحو ومعانی میں مشغول ہو اور سمجھتے ہو یہی علم ہے، درحقیقت علم ہے اللہ کی کتاب کی آیات محکمات کہ تم ان کے مشکل الفاظ کی تفسیر، اُن کا سبب نزول اور اُن کے دقیق مباحث کی تاویل جانو، اور علم ہے رسول اللہ کی ''قائم سنت'' کہ تم یہ محفوظ کرو کہ آپؐ نے کیسے نماز پڑھی اور وضو کیا، آپؐ نے کیسے روزہ رکھا، حج کیا اور جہاد کیا، آپؐ کیسے کلام فرماتے تھے، اور زبان کو کیسے (ناپسندیدہ) باتوں سے روکتے تھے، آپؐ کے کیسے اخلاق تھے، تم حضور ﷺ کی ہدایت کی اتباع کرو اور ان کی سنت پر عمل کرو۔تم جن چیزوں میں مشغول ہو اور ان میں تم حد سے بڑھ گئے ہو یہ علم آخرت نہیں بلکہ علوم دنیا ہیں۔تم فقہاء کی ترجیحات واستحسانات اور ان کی تفصیلی بحثوں میں منہمک ہوگئے ہو۔علوم آلیہ (وہ علوم جو بطور ذرائع کے ہیں دوسرے علوم کے حصول کے لیے، جیسے منطق وغیرہ) کو مستقل علوم سمجھ کر اُن میں مشغول نہ ہو انہیں علوم آلیہ ہی سمجھو۔کیا اللہ نے تم پر واجب نہیں کیا کہ تم علم کی نشرواشاعت کرو، کہ مسلمانوں کے علاقوں میں اسلامی معاشرے کا ظہور ہو، لیکن تم اسلامی شعائر کو بروئے کار نہیں لائے، تم زائد چیزوں میں پڑ گئے اور تم نے اسی کو لوگوں کی نظروں میں حق ودین کا مطلوب بنا کر پیش کیا، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ علاقے علماء سے خالی ہوگئے ہیں، اور علماء ہیں تو ان سے اسلامی شعائر کے ظہور میں مدد نہیں ملتی۔

میں واعظوں، عبادت گزاروں اور خانقاہوں میں بیٹھنے والوں سے کہتا ہوں:

اے زاہدو! تم ہر نشیب وفراز سے گزرے ہو اور تم نے ہر رطب ویابس کو سمیٹا ہے۔تم نے لوگوں

کو جعلی اور باطل چیزوں کی طرف بلایا اور لوگوں کو تنگی میں ڈالا۔حالانکہ تمہیں تو بھیجا گیا تھا آسانی پیدا کرنے کے لیے نہ کہ تنگی کے لیے۔تم عاشقوں میں سے مغلوب الحال افراد کے کلام سے چمٹ گئے، اور عاشقوں کے کلام سے تو کچھ پلے نہیں پڑتا تم نے وسوسوں کو اچھا سمجھا اور اسے احتیاط کا نام دیا، تمہارے بارے میں اللہ کی مرضی تو یہ تھی کہ تم ''احسان'' کو اس کے دونوں جزوں کے ساتھ سمجھو جزو اعتقادی اور جزو عملی دونوں کے ساتھ تم اس ''احسان'' کو مغلوب الاحوال اور مکاشفوں والوں کے اشارات سے مخلوط کیے بغیر حاصل کرو اور لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ ساری کی ساری رحمت اور پوری کی پوری ہدایت اس میں ہے، جو تمہارے لیے حضرت محمد صلی ﷺ لے کر آئے کیا جو کچھ تم کرتے ہو، آپؐ اور آپؐ کے صحابہؓ ایسا کرتے تھے؟

میں بادشاہوں سے کہتا ہوں:

اے بادشاہو! اس زمانے میں ملاء اعلیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک انہیں نیام میں نہ ڈالو جب تک اللہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان دوٹوک فیصلہ نہ کردے اور جب تک سرکش، فاسق اور کافر اپنے میں سے کمزوروں سے جا کر نہ مل جائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ (الانفال/۳۹) (تم ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کا ہوجائے)۔

جب یہ دوٹوک فیصلہ ہوجائے (اور مشرکین کو شکست ہو) تو ملاء اعلیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تم ہر سمت میں اور ہر تین یا چار دن کی منزل پر ایک عادل امیر مقرر کرو، جو ظالم سے مظلوم کا حق لے۔حدود اللہ قائم کرے اور اس کی کوشش ہو کہ لوگوں میں فساد نہ ہو، نہ لڑائی، نہ ارتداد اور کبیرہ گناہ۔اسلام پھیلے اور اس کے شعائر کا ظہور ہو۔وہ امیر ہر ایک سے اس کے فرائض منصبی پورے کرائے۔ہر علاقے کے امیر کا اپنے علاقے پر رُعب ودبدبہ ہو، تاکہ وہ اپنے علاقے کی اصلاح کرنے پر قدرت رکھے۔یہ رعب ودبدبہ اس لیے نہ ہو کہ اس کی بنا پر من مانی کرے اور بادشاہ وسلطان کی نافرمانی کرے۔

بادشاہ کو چاہئے کہ وہ ہر بڑی اقلیم میں ایک امیر مقرر کرے، جس کے ذمے صرف لڑائی کے امور ہوں اس کے ماتحت بارہ ہزار مجاہد ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں اور ہر باغی اور سرکش سے لڑیں جب یہ ہوجائے تو ملاء اعلیٰ کی مرضی یہ ہے کہ وہ امیر خانہ داری زندگی کاروباری معاملات کے معاہدوں اور ایسے ہی دوسرے امور کے نظاموں کو جانچ پرکھے، تاکہ ہر چیز شرع کے موافق ہوجائے اور لوگوں کو پوری طرح امن نصیب ہو۔

میں امراء سے کہتا ہوں:

اے امیرو! کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے، تم فانی لذتوں میں منہمک ہو اور تم نے رعایا کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے کہ اس میں سے بعض بعض کو کھاتے رہیں شرابیں کھلے بندوں پی جاتی ہیں اور تم اسے برا نہیں سمجھتے، زنا، شراب خوری اور جوابازی کے لیے مکان بنائے جاتے ہیں اور تم اُن کو نہیں توڑتے بڑے بڑے علاقے ہیں، جہاں چھ سو سال سے زیادہ عرصے سے کبھی کوئی حد نہیں جاری کی گئی، جس کو تم کمزور پاتے ہو، اُسے ہڑپ کرلیتے ہو جسے قوی پاتے ہو اُسے چھوڑ دیتے ہو، تمہارے خیالات لذیذ کھانوں، عورتوں کی لطافتوں، کپڑوں اور مکانوں کے حسن وخوبی کے لیے وقف ہوکر رہ گئے ہیں تم نے کبھی سر اونچا کرکے اللہ کی طرف توجہ نہیں کی، تم اس کا اپنی زبانوں سے صرف اپنی حکایتوں کے دوران ذکر کرتے ہو، گویا کہ تم محض اللہ کا نام لینے سے زمانے میں انقلاب چاہتے ہو، تم کہتے ہو کہ اللہ اس پر قادر ہے اور تمہاری اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ زمانے میں اس طرح انقلاب آجائے گا۔

میں فوجیوں سے کہتا ہوں:

اے فوجیو! اللہ نے تمہیں جہاد کے لیے باہر نکالا تھا تاکہ تم کلمۂ حق کو ظاہر کرو اور شرک اور اہل شرک کو دباؤ، تم نے رباط الخیل (لڑائی کے لیے گھوڑے باندھنا) اور اسلحہ بندی کو ایک ذریعہ معاش بنالیا ہے اور اس کے ذریعے بغیر جہاد کی نیت اور قصد کے تم زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرتے ہو، تم شراب اور بھنگ پیتے ہو، تم نے داڑھیاں منڈوا رکھی ہیں، مونچھیں بڑھالی ہیں لوگوں پر ظلم کرتے ہو، اور جہاں سے بھی مل جاتا ہے بے پرواہ ہوکر کھاتے ہو، خدا کی قسم تم عنقریب اللہ کی طرف لوٹو گے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے، تمہارے بارے میں اللہ کی مرضی یہ ہے کہ تم غازیوں میں سے جو صالحین ہیں، ان کا لباس پہنو، داڑھیاں بڑھاؤ، مونچھیں کٹواؤ، پانچ وقت کی نماز پڑھو، لوگوں کے معاملے کے بارے میں اللہ سے ڈرو، جنگ وقتال اور مصیبت میں صبر کرو، نمازوں میں جورخصتیں ہیں، جیسے قصر، جمع، سنتوں کا ترک اور تیمم، ان پر مضبوطی سے عمل کرو، فرائض پر سختی سے جمے رہو اپنی نیتوں کو اچھا کرو، تمہارا پروردگار تمہارے خاندان کو برکت دے

گا اور تم کو تمہارے دشمنوں پر فتح دے گا۔

میں دست کاروں اور حرفت پیشہ والوں سے کہتا ہوں:

تمہاری امانتیں ضائع ہوگئیں تم نے اپنے پر روردگار کی عبادت سے انحراف کیا اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بنایا تم نے اپنے شیطانوں کے لیے جانوروں کی قربانیاں دیں اور شاہ مدار اور سالار غازی کے مزاروں پر حج کیے، تمہاری یہ حرکات کتنی بُری ہیں، تم میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے پاس نہ زیادہ مال ہے اور نہ آمدنی، لیکن وہ اپنے لباس، زینت وآرائش اور کھانے میں تکلف کرتے ہیں اور ان کی آمدنی ان چیزوں کے لیے کافی نہیں ہوتی، چنانچہ اس کی وجہ سے اُن کی عورتوں کے حقوق پورے نہیں ہوتے۔

تم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو شراب پیتے اور فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں، ان سے ان کی معاشِ دنیوی بھی ضائع ہوتی ہے اور آخرت بھی، اللہ نے تمہارے لیے اتنی روزی یقیناً فراہم کردی ہے کہ اگر تم میانہ روی اختیار کرو تو وہ تمہارے لیے اور اُن کے لیے جن کے تم پر حقوق ہیں، کافی ہو اور آخرت کے زادِ راہ کے لیے بھی کافی ہو، تم نے اپنے پروردگار کی نعمت کی ناشکری کی اور بُری تدبیر کو اختیار کیا، تم جہنم کے عذاب سے نہیں ڈرتے، اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ اپنی صبحیں اور شامیں اللہ کے ذکر میں، پورا دن اپنی حرفتوں اور اپنے پیشوں میں اور راتیں اپنی بیویوں کے ساتھ صرف کرو، آمدنی سے کم خرچ کرو، اور اس طرح سے جو بچے غریب الوطن اور محتاج ہوں ان کی مدد کرو کچھ آنے والی آفات اور ضرورتوں کے لیے بچا کر رکھو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ تم لوگوں کی غلط تدبیر ہوگی۔

میں مسلمان جماعتوں سے بحیثیت مجموعی ایک بات کہتا ہوں:

اے بنی آدم کے گروہو! تمہارے اخلاق میں فتور آگیا ہے، تم پر بخل اور کنجوسی نے غلبہ پالیا ہے، شیطان کا تم پر تسلط ہوگیا ہے، عورتیں مردوں کے سر ہوگئی ہیں اور مرد عورتوں کو شے سمجھتے ہیں، تم حرام کو اچھا سمجھتے ہو اور حلال کو بُرا، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ ایک آدمی کو ایسی چیزوں کا مکلف بناتا ہے، جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے، اپنی جنسی خواہش کی نکاح سے تسکین کرو، خواہ تمہیں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا پڑیں، اپنے کھانے پینے اور لباس میں ایسا تکلف نہ کرو کہ تم اُس کے مصارف کا بار نہ اٹھا سکو، اپنی بیوی کو معلّق بنا کر نہ چھوڑو (کہ نہ اُسے گھر بساؤ اور نہ طلاق دو) اپنے اوپر چیزوں کو تنگ نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارے نفوس فسق وفجور کی طرف مائل ہوں گے، اللہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں پر اسی طرح عمل پیرا ہو جیسے اس کی مقرر کردہ عزیمتوں پر، اپنے پیٹوں کی خواہش کا مداوا کھانوں سے کرو اور اتنا کماؤ جو تمہارے لیے کافی ہو، لوگوں پر بار نہ ہو کہ اُن سے مانگتے رہو، اور وہ تمہیں کچھ دینے سے انکار کردیں، اسی طرح خلفاء اور امراء پر بار نہ بنو، تمہارے لیے اچھی بات یہ ہے کہ ہاتھوں سے کماؤ، اس سے مستثنیٰ صرف وہ بندہ ہوسکتا ہے جسے اللہ نے یہ الہام کیا ہو کہ اس کے لیے کافی ہے اور اُسے وہ فقر وفاقہ سے محفوظ رکھے۔

اے بنی آدم کے گروہو! جسے رہنے کے لیے مسکن، پیاس بجھانے کے لیے پانی، پیٹ بھرنے کے لیے کھانا، تن ڈھانکنے کے لیے کپڑا، جنسی ضروریات کے لیے بیوی جو معیشت میں اس کی مددگار ومعاون ہو، میسّر آجائے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

تاریخ دعوت عزیمت (اول)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

یعنی پہلی صدی ہجری سے لے کر ساتویں صدی ہجری تک عالم اسلام کی اصلاحی وتجدیدی کوششوں کا تاریخی جائزہ، نامور مصلحین اور ممتاز اصحاب دعوت وعزیمت کا مفصل تعارف، ان کے علمی کارناموں کی روداد اور ان کے اثرات ونتائج کا تذکرہ۔

صفحات: 436 قیمت: -/Rs. 180

طلبہ کے لیے خصوصی رعایت

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۱۱۹، لکھنؤ

نشانِ منزل

مسلمانوں کی ملی تعمیر کا مسئلہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

انسانی زندگی کی درستگی اور حسن اس کے تربیتی نظام پر قائم ہے، یہ تربیتی نظام ماں باپ پر قائم ہے، یہ تربیتی نظام ماں باپ اور گھر کے بڑوں سے شروع ہوکر مصلحین اور سماجی قائدین اور متعلقین نظام تعلیم وتربیت تک جاتا ہے، اور خوش کن وپسندیدہ نتائج کے پیدا ہونے میں ان تینوں ذرائع کے اچھے ہونے کا بڑا حصہ ہے۔

زندہ قوموں میں اس اہم مسئلہ کی طرف بڑی توجہ دی جاتی ہے اور پھر اس کے بہتر سے بہتر مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاتے ہیں، دوسری طرف اونگھتی سوچ اور لاابالی مزاج رکھنے والی قوموں میں اس کی طرف سے غفلت برتی جاتی ہے، پھر ان قوموں کو اس غفلت کے سنگین نتائج بھگتنے پڑتے ہیں۔

تاریخ میں اس کی دونوں طرح کی مثالیں خوب ملتی ہیں اور قوموں کے عروج وزوال کے اسباب میں اس بات کا بنیادی حصہ ہے، اسلامی زندگی اس کے تربیتی کام سے مضبوط ہوئی اور ایک ایسی قوم جو منتشر بھی تھی، مذہبی لحاظ سے گمراہ اور دنیاوی لحاظ سے پسماندہ تھی، اس کی تربیت قرآن اور رسول اسلام کے ذریعہ ایسی ہوئی کہ نہ صرف وہ اپنے زمانی قائد، معلم اور رہبر بنی، بلکہ مذہب، علم، ثقافت وتمدن سب کی اس نے ایک عظیم تاریخ بنادی، جس کے ورثہ وسرمایہ سے مسلمان قومیں صدیوں فائدہ اٹھاتی رہیں اور برابر فائدہ اٹھاتی رہیں گی، موجودہ دنیا کے کام کو موجودہ زمانہ کو سامنے رکھتے ہوئے تین پہلوؤں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک پہلو عمومی رہنمائی اور تربیت کا ہے جو گھر کے اندر گھر کے بڑوں کے ذریعہ اور گھر کے باہر قائدین مصلحین اور عام مخلصین کے ذریعہ ہوتی ہے، دوسرا پہلو تعلیمی نظام کے ذریعہ عمل میں لانے کا ہے اور تیسرا پہلو دیگر اطلاعاتی ونشریاتی ذرائع سے تعلق رکھتا ہے، تربیت کے یہ تینوں پہلو نوخیز نسل کی تو باقاعدہ تشکیل کرتے ہیں، بڑی نسلوں کو جو تعلیمی نظام سے گذر چکی ہیں یا جن کو اس سے واسطہ نہیں پڑا ان کو بھی بقیہ ان میں سے دو پہلو بڑی حد تک متاثر کرتے ہیں اور ان کے مزاج وذہن پر اثر ڈالتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہم مسئلہ کو باریکی کے ساتھ دیکھیں اور غور کریں کہ مسلمانوں کو اس رخ سے کیا نقصان پہنچ رہا ہے اور ان کی صحیح تشکیل میں کیا بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔

مسئلہ صرف نوخیز نسل کا ہی نہیں بلکہ بڑی نسل کا بھی ہے دونوں طرح کی نسلوں کو مذہب کا وفادار اور مسلمانوں کے تہذیبی ونظریاتی اقدار کا پابند کس طرح رکھا جائے؟ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اگر اس کی فکر نہیں کی جاتی تو مسلمانوں کی تہذیبی ونظریاتی زندگی کا بتدریج تحلیل ہوکر دیگر کسی قوم کے مذہبی، تہذیبی ونظریاتی سانچوں میں ڈھل جانا بالکل مستبعد نہیں۔

ہندو قوم کے متعلق بعض اہل تحقیق ومطالعہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں پورے دور اقتدار میں ان کے گھروں کے اندر عورتیں بچوں کے لیے ہندی اور اپنی مذہبی بنیاد تعلیم وتربیت کا نظم رکھتی رہیں اور ہندو تاجر اپنے تجارتی بہی کھاتے ہندی میں رکھتے رہے اس کی بنا پر مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوتے ہی ہندو تہذیب ومذہب اپنی پوری زندگی کے ساتھ ابھر کر آگیا، ہندو تہذیب کی حفاظت میں ان کی عورتوں نے بڑا نمایاں حصہ لیا اور گھروں کے اندر اس کو برابر قائم رکھا جس کی وجہ سے ان کی نئی نسلیں ثقافتی تحلیل سے محفوظ رہیں۔

مسلمانوں کے گھروں میں تقسیم ہند کے قریب تک اسلام سے وابستہ رکھنے کے لیے اس طرح کے ایک انتظام کی مثال ملتی ہے اور وہ مثال یہ ہے کہ بچوں بچیوں کو ان میں سمجھ آتے ہی قرآن مجید ناظرہ پڑھانا اور عربی واردو کی حرف شناسی کرانا شروع کرادیا جاتا تھا، اور بچہ جب اسکول ومدرسہ جانے کے قابل ہوتا تو وہ قرآن مجید ناظرہ کے مرحلہ سے گذر چکا ہوتا تھا اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی مائیں اور بڑے بوڑھیاں بچوں کے والد اور بڑے ان کو اسلام کے بنیادی معاملات سے باتوں باتوں میں واقف کرادیتے تھے، انبیاء علیہم السلام اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک امتی ہونے کا ربط وتعلق پیدا کردیتے تھے اور ان کے دلوں میں یہ فخر پیدا کردیتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں اور مسلمان ہی معیاری انسان ہوتا ہے۔

لیکن یہ رواج تقسیم ملک کے بعد ہی سے کم ہوتا چلا گیا اور اس کی جگہ ریڈیو ٹیلی ویژن کے

پروگراموں نے اور کھیل کے ماہرین کے ناموں اور کارناموں نے لے لی ہے، آج ایک مسلمان بچہ سے انبیاء کے سلسلہ میں کچھ پوچھا جائے تو ان سے ناواقف نکلے گا، لیکن کرکٹ کے کھلاڑیوں کے پورے حالات جانتا ہوگا، لکھی ہوئی چیزوں کو سامنے رکھدیا جائے تو قرآن مجید، عربی اور اردو الفاظ کے پڑھنے سے قاصر ہوگا اس کے بجائے وہ ہندی یا انگریزی کا حرف شناس پایا جائے گا۔

اب والدین کو اس کی فرصت نہیں کہ وہ اپنے بچوں کے دماغ میں کوئی ایسی بات ڈال سکیں جو ان کو ان کے مذہب وتہذیبی اقدار سے روشناس کرا سکے، اس کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ یہ بچے جو اپنے گھروں سے اپنے مذہب اور اپنے تہذیبی اقدار سے بیگانہ نکلتے ہیں، قومی نظام تعلیم کے دھارے میں پڑنے کے بعد کسی بھی تہذیبی ومذہبی رخ کو اختیار کر سکتے ہیں۔

گھر کے دائرہ سے آگے باقاعدہ تعلیم کا مرحلہ آتا ہے اس پر نظر ڈالی جائے تو اس سلسلہ میں بھی فضا بالکل تاریک نظر آتی ہے، کسی قوم کے اس کے اپنے اقدار پر قائم رکھنے کے لیے اس کے تعلیمی نظام میں سب سے اہم مسئلہ زبان کا اور ذہنی تشکیل کا فرض انجام دینے والے مضامین کا ہوتا ہے، انہیں سے فرد کی شخصیت بنتی ہے اور اس کے کسی متعین سانچے میں ڈھلتے ہیں اور یہ مسئلہ کوئی جزوی یا محدود مسئلہ نہیں ہے، بلکہ بہت ہمہ گیر اور نتیجہ خیز مسئلہ ہے اس سے نہ کوئی مذہبی سوسائٹی اپنے کو مستغنی سمجھ سکتی ہے اور نہ کوئی تا مذہبی سوسائٹی، اس سے قوم کے افراد میں ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے مقاصد پر ایمان اور ان کے لیے جدوجہد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، یہ بے حد اہم اور بنیادی مسئلہ ہے، اقوام وملل کے لیے اس کی حیثیت موت وزیست کے سبب کی ہوتی ہے۔

جہاں تک زبان کے مسئلہ کا تعلق ہے تو اس کی اہمیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ اس کے بولنے اور استعمال کرنے والوں کے درمیان ایک مانوس اور پسندیدہ ذریعہ رابطہ ہے، بلکہ اس کی اہمیت اس کے استعمال کرنے والوں کے ذہنوں اور رجحانات پر اس کے اثر میں بھی خاصی ہے۔

زبان کے الفاظ وجملے، محاورے، تلمیحات اور فقرے اپنی اپنی مخصوص شخصیت رکھتے ہیں اور ان کا چھوٹے پیمانے پر تقریباً وہی اثر رکھتا ہے جو مختلف لوگوں سے ملنے سے ہوتا ہے جس طرح انسانوں میں مختلف الخیال اور مختلف الاثر افراد ہوتے ہیں کہ کسی سے ملنے پر نیک خصلت انسان کا پرتو ملتا ہے اور کسی سے ملنے پر بدنیت انسان کا سایہ محسوس ہوتا ہے اور کسی سے ملنے پر ایک مسلمان کی ملاقات کا لطف ملتا ہے اور کسی ملاقات پر کافر کی پرچھائیں نظر آتی ہے یہی بات زبان کے الفاظ اور فقروں میں بھی ملتی ہے، عبادت اور پوجا اور پریر (PRAYER) سلام اور پرنام، اللہ، پرمیشور اور گاڈ (God) کے الفاظ اپنے الگ الگ تاثرات دیتے ہیں اگرچہ معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مرادف سمجھے جاتے ہیں، عبادت کے لفظ سے کوئی شخص نماز کی ہیئت میں یا اسلامی طریقہ پر ذکر کرتے ہوئے تصور میں آتا ہے اور پوجا کے لفظ سے مندر اور بت کا تصور ابھرتا ہے، سلام کے لفظ سے السلام علیکم کہتا ہوا کوئی مسلمان آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور پرنام کے نام سے کوئی شخص ہاتھ جوڑ کر آداب بجالاتا ہوا معلوم ہوتا ہے، جس کے متعلق وہ دراصل پوری تہذیب ہے، وہ نظام اخلاق ہے، وہ مذہب ہے، صرف زبان کی تعلیم سے کسی کے بھی ذہن کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف، ایک تہذیب سے دوسری تہذیب کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستانی مسلمان اردو سے دست بردار ہوتے ہوئے، افسوس ہے کہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اپنی نسلوں کو کہاں سے کہاں منتقل کرنے جارہے ہیں۔

زبان کے اثرات عام زندگی میں بھی پڑتے ہیں اور نظام تعلیم پر بھی پڑتے ہیں، نظام تعلیم میں زبان کی تعلیم اپنے الگ قسم کے اثرات اور فوائد رکھتی ہے، اسی لئے تمام زندہ قومیں زبان کی تعلیم اور زبان کے مسئلہ میں اصرار اپنی قومی وملی زندگی کے لئے ضروری مسئلہ سمجھتی ہیں اور اس پر مفاہمت ہوجائے تو سب سے مقدم ضرورت یہ ہوتی ہے کہ اس نئی زبان کے اپنی تہذیب میں سما جانے سے اپنی زبان پر جو غلط اثرات پڑ سکتے ہیں ان کے تدارک وازالہ کے لئے خارجی یا اضافی تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک ان مضامین کا تعلق ہے جو ذہنی تشکیل کا فرض انجام دیتے ہیں ان میں ادب، تاریخ، سیاست، اخلاق اور دیگر سماجی مضامین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان مضامین کے ذریعہ ہر طرح کا اثر قارئین کے ذہنوں اور دلوں پر ڈالا جاسکتا ہے، موافق اور متضاد تصورات پیدا کئے جاسکتے ہیں، ان کے ذریعہ انسانی ذہنوں میں تبدیلی لانے کام پوری کامیابی سے کیا جاسکتا ہے، یہ وہ مضامین ہیں کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ان سے صرف نظر نہیں

کرتا، اگر تعلیم گاہ کے مرحلہ میں یہی نہ ملیں تو عام علمی زندگی میں رابطہ قائم کرایا جاتا ہے اور پھر ان مضامین کا مواد افراہم کرنے والے اپنے قارئین کے ذہنوں کو اپنے شیشے میں اتار لیتے ہیں۔

تاریخ میں اورنگ زیبؒ کو جس طرح بدنام کیا گیا اور مسلمان حکمرانوں کی جو خراب تصویر پیش کی گئی، اس سے عام پڑھے لکھے مسلمان کتنی بڑی تعداد میں متاثر ہوئے اور ان کو اپنے اسلاف کے اس طبقہ سے نفرت کا احساس ہونے گا، اس میں قصور کس کا تھا، قصور دراصل خود مسلمانوں کا تھا کہ انہوں نے غیر مسلموں کی لکھی ہوئی تاریخ کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنایا اور نئی نسل کے لئے اسی کو عملی سرمایہ بنایا، لیکن جب بعض مسلمان ماہرین تاریخ نے ان غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا تو بہت سے لوگوں کے ذہن درست ہوئے، لیکن پھر بھی کتنے ایسے ذہن ہیں جو ابھی اس نئے وضاحتی لٹریچر تک نہیں پہنچ سکے، اور جا دوناتھ سرکار کی لکھی تحریروں کو آخری اور مستند ترین ماخذ سمجھتے ہیں۔

علم الاخلاق ایک وسیع علم بن چکا ہے، جس میں یورپ کے بڑے بڑے مفکرین نے اپنی محنت تحقیق سے رنگ آمیزی کی ہے اور پڑھے لکھے لوگ عموماً اسی سے متاثر ہیں ان کے تاثر کو صرف ان کو برا کہنے سے دور نہیں کیا جاسکتا، وہ علمی وتجرباتی بنیادوں کا سہارا لیتے ہیں، اور ان سے اپنی بات کو وقیع بناتے ہیں۔ ان کے توڑ کے لئے ہم اگر اسی معیار کا جواب نہیں تیار کرتے تو ہم ان کے بنائے ہوئے تصورات اور خیالات کو بدل نہیں سکتے، اس وقت مسلمانوں کا علمی قافلہ عموماً ان ہی تصورات اور خیالات کے جلو میں چل رہا ہے۔

جدید یورپ نے فلسفہ اور نفسیات کے دائروں میں بہت نظریات اپنائے ہیں جن کی بنیاد الحاد ومادہ پرستی پر اور کسی حد تک بگڑی ہوئی عیسائیت پر ہے لیکن ان نظریات پر علمی تحقیق اور تجرباتی نتائج کا غلاف چڑھا کر ان کو مؤثر اور خوشنما بنادیا ہے سارے مشرقی ممالک کی درس گاہوں میں آج اس کی ترویج اور چلن ہے اور جدید تعلیم یافتہ انسان ان کا خاصا حد تک شکار ہے، کیوں کہ اس کے پاس مناسب اور مطمئن کرنے والی زبان وطریقۂ استدلال میں ضرورت کی کتابیں نہیں جن کو وہ جدید یورپ سے آئے ہوئے علمی سرمایہ کا بدل سمجھ سکے۔

افسوس یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس وجامعات بھی اس ضرورت کی طرف توجہ نہیں دے رہے ہیں اور اپنے یہاں کے خوشہ چینوں کو ایسا سرمایا نہیں دے رہے ہیں جو ان کو اپنے فکری معتقدات اور اپنے تہذیبی معمولات کو صحیح طور پر سمجھنے اور مخالف خیالات کے بطلان کو جاننے کا ذیعہ بن سکے، اور "جان جاک روسو" نے جس جمہوریت کا ذہن بنایا، "ڈارون" نے انسان کی جو حقیقت بتائی، "فرائڈ" نے انسانی جذبات کی جو بنیاد متعین کی، "جان بول سارٹر" نے انسان کا جو مقام وضرورت طے کیا، "یکاولی" نے سیاست وطاقت کا جو فلسفہ مقرر کیا، "مارکس" نے انسانی سماج کا جو نظام بنایا وہ سب محض سرسری دعوؤں پر نہیں متعین کیا، بلکہ ان کے ساتھ زبردست علمی استدلالات کا انبار لگا دیا، اگر ہم علم کو علم سے زیر نہیں کرتے تو ہم مغلوب ہونے پر مجبور ہوں گے کیوں کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے، ہندوستان میں ان فلسفوں میں ایک اضافہ مقامی غیر اسلامی فلسفہ کا ہو رہا ہے جو ان پر مستزاد ہے عصر جدید کی تعلیم گاہیں اور علمی ادارے انہی سب فلسفوں اور نظاموں کے سایہ میں چل رہے ہیں اور ان سے مسلمانوں کی جدید نسلیں بھی وابستہ ہیں۔ ان کے صرف چند افراد کو ہماری خالص دینی درس گاہیں اور ادارے کسی طرح حاصل کر لیتے ہیں اور ان کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ایک تو ان کی تعداد دیگر افراد کی تعداد کے لحاظ سے دو چار فیصدی سے زیادہ نہیں، مزید یہ کہ ان کے لئے طے کردہ نظام تعلیم میں سماجی مضامین کا علی العموم کوئی حصہ نہیں، اس کی ناگزیر ضرورت کے لئے ہماری ان درس گاہوں کے طلباء عصر جدید کے عمومی دھارے میں بہنے پر مجبور ہوتے ہیں یعنی ان کو اس سلسلہ میں وہی لٹریچر مطالعہ کے لئے ملتا ہے جو غیر اسلامی ذہن اور غیر اسلامی خیالات کی اساس پر تیار کیا گیا ہے اور برابر کیا جارہا ہے، ہمارے تربیتی نظام میں عام ماحول اور تعلیم گاہوں کے پہلوؤں کا تو یہ حال ہے جو ہماری نئی نسل کو کسی دوسرے رخ پر بہانے کے لئے کافی ہے اس پر مستزاد تربیتی نظام کا تیسرا پہلو ہے جو اطلاعاتی ونشریاتی ذرائع سے تعلق رکھتا ہے، ریڈیو اور ٹیلی ویژن اور روزنامے روز بروز زیادہ تر بیت کا منظم نظام بنے ہوئے ہیں اور تصورات ومعتقدات کو نئے سانچوں میں ڈھالنے کا کام کر رہے ہیں، شرک وکفر، فسق وفجور، قتل ودہشت گردی سے جس طرح ذہنوں کو مانوس کیا جارہا ہے اور مادہ پرستانہ ذہن کو جس طرح ابھارا جارہا ہے وہ اگر تعلیم اور عمومی ماحول کے ذریعہ بگاڑ پیدا ہونے میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ اس کی کمی کو بدرجہ اتم پورا کرنے کا فرض انجام دے رہا ہے۔

ان تمام صورت حال کے مقابلہ کے لئے ہمارے پاس کیا طریقہ وذریعہ ہے؟ اولاً تو مسلمانوں کے اہل علم وفکر طبقہ کو صورت حال کا صحیح جائزہ لینا چاہئے اور پھر اس کے لئے عملاً جو تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں وہ حسن مقدور اختیار کرنی چاہئیں، اس وقت ہماری ملت کی بڑی مصیبت ہے کہ شبانی کام بہت بڑھا ہوا ہے، تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ملت کی جو خدمت انجام دی جارہی ہے، عموماً اسی پر اکتفا کیا جارہا ہے حالانکہ بنیادی ضرورت ٹھوس اور عملی کام کی زیادہ ہے۔

میرے نزدیک اس وقت پانچ نقاط پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے: (۱) ایک تو مسلمان گھروں میں حسب مقدور ایسا ماحول بنانا چاہئے کہ اس سے نئی نسل کے افراد اپنے مذہب، اپنی ثقافت کا اولین درس ضرور حاصل کرلیں اس کے لئے گھروں کے اندر اختیار کیا جانے والا پرانا طریقہ دوبارہ رائج کرنا چاہئے کہ والدین اور گھر کے بڑے اس کی فکر کریں کہ بچے بچیاں سمجھ کی عمر تک پہنچتے ہی قرآن مجید اور دین کی بنیادی باتیں جان لیں خواہ ماں باپ خود یہ کام کریں یا گھر کی دیگر بڑی بوڑھیاں انجام دیں، گھر کے اندر اسی ابتدائی عمر میں بچوں بچیوں کو اپنے مذہب اپنے رسول اور اپنے بزرگوں اور موٹے موٹے تہذیبی معاملات بتادیئے جائیں اور ان میں اپنے مذہب سے تعلق ومحبت کا جذبہ پیدا کردینا چاہئے یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے، کیونکہ ابھی مسلمانوں کی دو نسل باقی ہے جس نے اسی طریقہ سے اپنے دین اور اس کے بنیادی معاملات کو اپنے بڑوں سے سیکھا اور جانا ہے، رات میں ماں باپ اپنے بچوں کو جو کہانیاں سناتے ہیں ان کے اپنانے میں بھی اس مقصد کو پیش نظر رکھا جاسکتا ہے اور ان سے بھی بڑا کام لیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات ورسائل سے استفادہ کے سلسلہ میں اعتدال اور کنٹرول قائم کرنا چاہئے تاکہ کم از کم ان کے مضر اور وقت کو ضائع کرنے والے پروگرام بچوں بچیوں اور گھر والوں کو کم سے کم نقصان پہنچائیں، اسی کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً ایسے امور کی طرف توجہ دلانی چاہئے جن سے اخلاق وسیرت کے بننے میں مدد مل سکتی ہو، یہ سب کام آسانی سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے ہوسکتا ہے اس کے لیے صرف فکر واحساس کی ضرورت ہے کسی بڑے انتظام کی ضرورت نہیں۔

(۲) دوسرا نقطہ یہ ہے کہ تعلیمی نظام کے حکومتی انتظام میں ہونے کی وجہ سے تمام اسکول اور تعلیم گاہیں ایسی تعلیم سے خالی ہیں جن سے اسلامی مذہب وثقافت کو مدد مل سکتی ہے اور مسلمانوں کی نئی نسل کے طلبہ کا تقریباً ۹۵ فیصد حصہ ان ہی میں پڑھنے جاتا ہے، ان تعلیم گاہوں کو تو ہم قابو میں نہیں لاسکتے لیکن یہ ضرور کرسکتے ہیں کہ اقلیتی تعلیم گاہیں قائم کرنے کی جہاں تک گنجائش ہو اس کو اختیار کریں نیز ایسے ضمنی مکاتب بکثرت قائم کرسکتے ہیں جو حکومتی درسگاہوں کے پہلو بہ پہلو ضمنی طور پر ان مضامین کی تعلیم مہیا کرسکتے ہیں جن کی ضرورت ہمارے طلبہ کو ناگزیر ہے۔

(۳) تیسرا نقطہ یہ ہے کہ ہم اپنے معاشروں کے مزاج ورنگ کو حتی الوسع اسلامی رکھنے کی کوشش کریں، جہاں ہماری آبادیاں ہیں، مسجدیں ہیں وہاں ہم اخلاقی سطح پر روک ٹوک اور توجہ دہانی کے ذریعہ ماحول کو خراب ہونے سے بچانے کی کوشش کریں، وقتاً فوقتاً ایسے مواقع لانے کی کوشش کریں جن سے اہالیان محلہ کو اسلام کی اساسیت ومہمات سے واقفیت ہوتی رہے یا وہ تازہ ہوتے رہیں۔

(۴) چوتھا نقطہ یہ ہے کہ ہمارے دینی واسلامی مدارس اپنے نصاب کی ترتیب میں اس کا خیال رکھیں کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی میں جن امور سے سابقہ پڑتا یا پڑسکتا ہے ان کے بارے میں ضروری اور بہتر سے بہتر معلومات حاصل ہوں اور ان کی ایسی رہنمائی ہو کہ وہ ان کے بارے میں اپنی ضرورت کے لحاظ سے بہتر سے بہتر معلومات اور نقطۂ نظر بنا سکیں اور رکھ سکیں اس میں خاص طور پر تاریخ عالم اسلام کے سلسلہ میں معلومات، سیاسی معلومات، علم الاخلاق، علم النفس، اور فلسفہ کے صحیح اسلامی نظریات اور علم وتعلیم کے سلسلہ میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر اور مختلف سماجی عمرانی مضامین جن سے موجودہ زندگی کو سابقہ پڑتا رہتا ہے، قابل ذکر ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہماری دینی واسلامی تعلیم گاہوں میں ان کی طرف توجہ نہ کی گئی تو یہ مضامین ومعلومات طلبہ دوسرے اور غیروں کے علمی سرچشموں سے حاصل کریں گے، وہ ان سے صرف نظر نہ کرسکیں گے، اور غیروں سے حاصل کرنے کی صورت میں ان سے نقصانات واضح ہیں۔

(۵) پانچواں نقطہ یہ ہے کہ صحافت اور لٹریچر کی طرف بھی توجہ کی جائے کیونکہ ہم رائج الوقت صحافت ولٹریچر کو روک نہیں سکتے جس کے زبردست اثرات ذہنوں اور خیالات پر پڑ رہے ہیں، لہٰذا ان کا متبادل مہیا کرنا اور قارئین کی اس طلب کو پورا کرنا ہی اس کا صحیح حل ہے۔

☆☆☆☆☆

چشم کشا

آخری قسط

نگاہ مردِ مومن سے.....

مولانا ابوالکلام آزادؒ

اس نے صاف آواز میں کہا، اس کی آواز میں تاثر نہیں تھا، تحکم تھا۔ اجنبی مسکرایا، اس نے ابنِ ساباط پر ایک ایسی نظر ڈالی جو اگرچہ شفقت ومہر سے خالی نہ تھی، لیکن اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز تھی جسے ابنِ ساباط سمجھ نہ سکا۔ اس نے خیال کیا شاید یہ شخص اس طریق تقسیم پر قانع نہیں ہے، اچانک اس کی آنکھوں میں اس کی خوفناک درندگی چمک اٹھی، وہ غصہ سے مضطرب ہوکر کھڑا ہوگیا۔

"بے وقوف! چپ کیوں ہے، یہ نہ سمجھنا کہ دودھ کا پیالہ پلا کر اور چکنی چپڑی باتیں کرکے تم مجھے احمق بنالوگے۔ تم نہیں جانتے۔ میں کون ہوں؟ مجھے کوئی احمق نہیں بنا سکتا، میں ساری دنیا کو احمق بناچکا۔ بولو اس پر راضی ہو یا نہیں؟ اگر نہیں ہو تو"

لیکن ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اجنبی کے لب متحرک ہوئے، اب بھی اس کے لبوں سے مسکراہٹ نہیں گئی تھی۔

"میرے عزیز دوست! کیوں بلاوجہ اپنی طبیعت آزردہ کرتے ہو؟ آؤ یہ کام جلد نبٹا لیں جو ہمارے سامنے ہے۔ میں نے دو گٹھریاں باندھ لی ہیں۔ ایک چھوٹی ہے ایک بڑی، تمہارا ایک ہاتھ ہے اس لئے تم زیادہ بوجھ نہیں سنبھال سکتے لیکن میں دونوں ہاتھوں سے سنبھال لوں گا۔ چھوٹی گٹھری تم اٹھالو، بڑی میں اٹھالیتا ہوں۔ باقی رہا میرا حصہ جس کے خیال سے تمہیں اتنی آزردگی ہوئی ہے، میں بھی نہیں چاہتا کہ اس وقت اس کا فیصلہ کروں۔ تم نے کہا ہے تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے فیصلہ لے سکتے ہو۔ مجھے بھی ایسا ہی معاملہ پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے معاملہ کرلو"۔

"ہاں اگر یہ بات ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں میں کون ہوں؟

پورے ملک میں تمہیں مجھ سے بہتر کوئی سردار نہیں مل سکتا" اس نے بڑی گٹھری اٹھانے میں اجنبی کو مدد دیتے ہوئے کہا۔

یہ گٹھری اس قدر بھاری تھی کہ ابنِ ساباط اپنی حیرانی نہ چھپا سکا۔ وہ اگرچہ نئے رفیق کی زیادہ ہمت افزائی کرنا پسند نہیں کرتا تھا پھر بھی اس کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔

"دوست! تم دیکھنے میں تو بڑے دبلے پتلے ہو لیکن بوجھ اٹھانے میں بڑے مضبوط نکلے" ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں کہا:

"یہ جتنا مضبوط ہے اتنا عقل مند نہیں ہے، ورنہ اپنے حصے سے دست بردار نہ ہوجاتا، اگر آج یہ احمق نہ مل جاتا تو مجھے سارا مال چھوڑ کر صرف ایک دوتھان پر قناعت کرلینا پڑتی"

اب ابنِ ساباط نے اپنی گٹھری اٹھائی جو بہت ہلکی تھی، اور دونوں باہر نکلے۔ اجنبی کی پیٹھ جس میں پہلے سے خم موجود تھا اب گٹھری کے بوجھ سے بالکل ہی جھک گئی تھی رات کی تاریکی میں اتنا بھاری بوجھ اٹھا کر چلنا نہایت دشوار تھا۔ لیکن ابن ساباط کو قدرتی طور پر جلدی تھی، وہ بار بار حاکمانہ انداز سے اصرار کرتا کہ تیز چلو اور چونکہ خود اس کا اپنا بوجھ بہت ہلکا تھا اس لئے وہ خود تیز چلنے میں کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں کرتا تھا۔ اجنبی تعمیلِ حکم کی پوری کوشش کر تا لیکن بھاری بوجھ اٹھا کر دوڑنا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اس لئے پوری کوشش کرنے پر بھی زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ کئی مرتبہ ٹھوکریں لگیں بارہا بوجھ گرتے گرتے رہ گیا ایک مرتبہ اتنی سخت چوٹ کھائی کہ قریب تھا گرجائے۔ پھر بھی اس نے رکنے، سستانے کا نام نہ لیا۔ گرتا پڑتا اپنے ساتھی کے ساتھ بڑھتا ہی گیا لیکن ابنِ ساباط اس پر بھی خوش نہ تھا، اس نے پہلے تو ایک دو مرتبہ اسے تیز چلنے کا حکم دیا۔ پھر بلا تامل گالیوں پر اتر آیا۔ ہر لحہ کے بعد اسے ایک سخت گالی دیتا اور کہتا۔ تیز چلو! اتنے میں ایک پل آگیا۔ یہاں چڑھائی تھی جسم کمزور اور تھکا ہوا، بوجھ بے حد بھاری، اجنبی سنبھل نہ سکا اور بے اختیار گر پڑا۔ ابھی وہ اٹھنے کی کوشش ہی کررہا تھا کہ اوپر سے ایک سخت لات پڑی۔ یہ ابنِ ساباط کی لات تھی۔ اس نے غضب ناک ہوکر کہا: "اگر اتنا بوجھ سنبھال نہیں سکتا تھا تو لاد کر لایا کیوں؟"

اجنبی ہانپتا ہوا اٹھا، اس کے چہرہ پر درد وندامت کی جگہ شرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس نے فوراً گٹھری اٹھا کر پیٹھ پر رکھی اور پھر روانہ ہوا۔

اب یہ دونوں شہر کے کنارے ایک حصہ میں پہنچ گئے جو بہت ہی کم آباد تھا۔ یہاں ایک ناتمام عمارت کا پرانا اور شکستہ احاطہ تھا۔ ابنِ ساباط اس احاطہ کی جانب پہنچ کر رک گیا اور اجنبی نے باہر سے دونوں گٹھریاں اندر پھینک دیں اس کے بعد اجنبی بھی کود کر اندر ہوگیا

عمارت کے نیچے ایک پرانا سرداب (تہہ خانہ) تھا جس میں ابنِ ساباط نے قید خانے سے نکل کر پناہ لی تھی لیکن اس وقت وہ سرداب میں نہیں اترا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اجنبی پر ابھی اس درجہ اعتماد کرے کہ اسے اپنا اصل مقام محفوظ دکھلا دے۔

جس جگہ یہ دونوں کھڑے تھے۔ دراصل وہ ایک نا تمام ایوان تھا۔ یا تو اس پر پوری چھت پڑی ہی نہ تھی یا پڑی تھی تو امتدادِ وقت سے شکستہ ہو کر گر پڑی تھی۔ ایک طرف بہت سے پتھروں کا ڈھیر تھا۔ ابنِ ساباط انہی پتھروں میں ایک پر بیٹھ گیا۔ دونوں گٹھریاں سامنے دھری تھیں۔ ایک گوشہ میں اجنبی کھڑا ہانپ رہا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی رہی۔

یکا یک اجنبی بڑھا اور ابنِ ساباط کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، اب رات ختم ہونے کو تھی، پچھلے پہر کا چاند درخشاں تھا، کھلی چھت سے اس کی شعاعیں ایوان کے اندر پہنچ رہی تھیں۔ ابن ساباط دیوار کے سائے میں تھا لیکن اجنبی جو اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا، ٹھیک چاند کے مقابل تھا۔ اس لئے اس کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ ابن ساباط کو تاریکی میں ایک درخشاں، ایک نورانی تبسم نے ایک ایسے عالم کی جھلک دکھا دی جو اب تک اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھی، اس کی ساری زندگی گناہ اور سیہ کاری میں بسر ہوئی تھی، اس نے انسانوں کی نسبت جو کچھ دیکھا سنا تھا وہ یہی تھا کہ انسان خود غرضی کا پتلا اور نفس پرستی کی مخلوق ہے۔ وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ بے رحمی سے ٹھکرا دیتا ہے۔ سخت سے سخت سزائیں دیتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ محبت بھی کرتا ہے اور اس میں فیاضی، بخشش اور قربانی کی روح ہو سکتی ہے۔ بچپن میں اس نے بھی خدا کا نام سنا تھا اور خدا پرستی کرتے دیکھا تھا، لیکن جب زندگی کی کشائش کا میدان سامنے کھلا تو اس کا عالم ہی دوسرا تھا، اس نے قدم اٹھایا اور حالات کی رفتار جس طرف لے گئی بڑھتے گیا۔

نہ تو خود اسے کبھی مہلت ملی کہ خدا پرستی کی طرف متوجہ ہوتا اور نہ انسانوں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ اسے خدا سے آشنا کرتے۔ جوں جوں اس کی شقاوت بڑھتی گئی سوسائٹی نے اپنی سزا بھی بڑھا دی۔ سوسائٹی کے پاس اس کی شقاوت کے لئے بے رحمی تھی۔ اس لئے یہ بھی دنیا کی ساری چیزوں سے بے رحمی کا خوگر ہو گیا۔

لیکن اب اچانک اس کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا۔ آسمان کے سورج کی طرح محبت کا بھی ایک سورج ہے۔ یہ چمکتا ہے تو روح اور دل کی ساری تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ اب یکا یک اس سورج کی پہلی کرن ابنِ ساباط کے دل کے تاریک گوشہ پر پڑی اور وہ ایک گہری تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گیا۔ اجنبی کی شخصیت اپنی پہلی ہی نظر میں اس کے دل تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن وہ جہالت و گمراہی سے اس کا مقابلہ کرتا رہا اور حقیقت کے فہم کے لئے تیار نہیں ہوا۔ لیکن جوں ہی اجنبی کے آخری الفاظ نے وہ پردہ ہٹا دیا جو اس نے اپنی آنکھوں پر ڈال لیا تھا، حقیقت اپنی پوری شانِ تاثیر کے ساتھ بے نقاب ہو گئی اور اب اس کی طاقت سے باہر تھا کہ اس کے تیز زخم سے سینہ بچا لے جاتا۔ اس نے اپنی جہالت سے پہلے خیال کیا تھا، اجنبی بھی میری ہی طرح کا ایک چور ہے اور اپنا حصہ لینے کے لئے میری رفاقت و اعانت کر رہا ہے، اس کا ذہن یہ تصور ہی نہیں کر سکتا تھا کہ بغیر غرض اور فائدہ کے ایک انسان دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کر سکتا ہے۔ لیکن

جب اجنبی نے چلتے وقت بتلایا کہ وہ چور نہیں بلکہ اسی مکان کا مالک ہے جس کا مال و متاع غارت کرنے کے لئے وہ گیا تھا، تو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یکا یک ایک بجلی آسمان سے گر پڑی ہے "وہ چور نہیں تھا۔ مکان کا مالک تھا لیکن اس نے چور کو پکڑنے اور سزا دینے کی جگہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ یہ اس نے کیا سلوک کیا" کا جواب اس کی روح کے لئے ناسور اور اس کے دل کے لئے ایک دہکتا ہوا انگارا تھا، وہ جس قدر سوچتا، روح کا زخم گہرا ہوتا جاتا اور دل کی تپش بڑھتی جاتی۔ اس تمام عرصہ میں اجنبی کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کا ایک ایک واقعہ، ایک ایک حرف یاد کرتا اور ہر بات کی یاد کے ساتھ ایک تازہ زخم کی چبھن محسوس کرتا۔ پُراسرار انداز نگاہ کی دلآویزی سامنے ہے۔ میرے دوست اور رفیق! اجنبی نے اپنی اسی دلنواز اور شیریں آواز میں جو دو گھنٹہ پہلے ابنِ ساباط کو بے خود کر چکی تھی، کہنا شروع کیا:

"میں نے اپنی خدمت پوری کر لی ہے۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس کام کے کرنے میں مجھ سے جو کمزوری اور سستی ظاہر ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے بار بار تمہیں پریشانِ خاطر ہونا پڑا، اس کے لئے میں بہت شرمندہ ہوں اور تم سے معافی چاہتا ہوں مجھے امید ہے کہ تم معاف کر دو گے"۔

"اس دنیا میں ہماری کوئی بات بھی خدا کے کاموں سے اس قدر ملتی جلتی نہیں ہے۔ جس قدر یہ بات کہ ہم ایک دوسرے کو معاف کر دیں اور بخش دیں۔ لیکن قبل اس سے کہ میں تم سے الگ ہوں تمہیں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم نے خیال کیا ہے۔ میں اسی مکان میں رہتا ہوں جہاں آج تم سے ملاقات ہوئی تھی اور تم نے میری رفاقت قبول کر لی تھی۔ میری عادت ہے کہ رات کو

تھوڑی دیر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہوں جہاں بیٹھے تھے۔ آج آیا تو دیکھا، تم اندھیرے میں بیٹھے ہو اور تکلیف اٹھا رہے ہو، تم میرے گھر میں عزیز مہمان تھے۔ افسوس میں آج اس سے زیادہ تمہاری تواضع اور خدمت نہ کر سکا۔ تم نے میرا مکان دیکھ لیا ہے۔ آئندہ جب کبھی تمہیں ضرورت ہو تو بلا تکلف اپنے رفیق کے پاس آ سکتے ہو۔ خدا کی سلامتی اور برکت ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے"۔

یہ کہا اور آہستگی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کیا اور تیزی کے ساتھ نکل کر روانہ ہو گیا۔ اجنبی خود تو روانہ ہو گیا لیکن ابنِ ساباط کو ایک دوسرے ہی عالم میں پہنچا دیا، اب وہ مبہوت اور مدہوش تھا، اس کی آنکھیں کھلی تھیں، وہ اسی طرف تک رہی تھیں جس طرف سے اجنبی روانہ ہوا تھا لیکن معلوم نہیں اس کو کچھ سجھائی بھی دیتا تھا یا نہیں.....؟

دوپہر ڈھل چکی تھی۔ بغداد کی مسجدوں سے جوق در جوق نمازی نکل رہے تھے، دوپہر کی گرمی نے امیروں کو تہ خانے میں اور غریبوں کو دیواروں کے سائے میں بیٹھا دیا ہے۔

اب دونوں نکل رہے ہیں ایک تفریح کے لئے دوسرا مزدوری کے لئے، لیکن ابنِ ساباط اس وقت تک وہیں بیٹھا ہے جہاں صبح بیٹھا تھا۔ رات والی دونوں گٹھریاں سامنے پڑی ہیں اور اس کی نظریں ان پر گڑی ہوئی ہیں۔ گویا ان کی شکنوں کے اندر اپنے رات والے رفیق کو ڈھونڈ رہا ہے۔ بارہ گھنٹے گزر گئے لیکن جسم اور زندگی کی کوئی ضرورت اسے محسوس نہیں ہوئی۔ وہ بھوک جس کی خاطر اس نے اپنا ایک ہاتھ کٹوا دیا تھا اب اسے نہیں ستاتی۔ وہ خوف جس کی وجہ سے سورج کی روشنی اس کے لئے دنیا کی سب سے زیادہ نفرت انگیز چیز ہو گئی تھی اب اسے محسوس نہیں ہوتا۔ اس کے دماغ کی ساری قوت صرف ایک نقطہ میں سمٹ آئی ہے اور وہ رات والے عجیب و غریب اجنبی کی صورت ہے، وہ خود تو اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی مگر اسے کسی اور ہی عالم میں پہنچا گئی، ایک مرتبہ حافظہ میں یہ سرگزشت ختم ہو جاتی تو پھر نئے سرے سے یاد کرنا شروع کر دیتا اور آخرت تک پہنچ کر پھر ابتدا کی طرف لوٹتا۔

میں چور تھا۔ میں اس کا مال و متاع غارت کرنا چاہتا تھا، میں اسے بھی چور سمجھا۔ اسے گالیاں دیں۔ بے رحمی سے ٹھوکر لگائی مگر اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ہر مرتبہ اس آخری سوال کا جواب سوچتا اور یہی سوال دہرانے لگتا۔ سورج ڈوب رہا تھا، بغداد کی مسجدوں کے میناروں پر مغرب کی اذان کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ ابنِ ساباط بھی اپنے غیر آباد گوشہ سے اٹھا، چادر جسم پر ڈالی اور بغیر کسی جھجک کے باہر نکل گیا۔ اب اس کے دل میں خوف نہیں تھا، کیونکہ خوف کی جگہ ایک دوسرے ہی جذبہ نے لے لی تھی۔ وہ کرخ کے اسی حصہ میں پہنچا، جہاں رات گیا تھا۔ رات والے مکان کو پہچاننے میں اسے کوئی دقت پیش نہیں آئی، مکان کے پاس ہی ایک لکڑہارے کا جھونپڑا تھا اس کے پاس گیا اور پوچھا، یہ جو سامنے بڑا سا احاطہ ہے اس میں کون تاجر رہتا ہے۔

تاجر؟ بوڑھے لکڑہارے نے تعجب سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو، یہاں تاجر کہاں سے آیا یہاں تو شیخ جنید بغدادیؒ رہتے ہیں"

ابنِ ساباط اس نام کی شہرت سے بے خبر نہ تھا۔ لیکن صورت آشنا نہ تھا۔ ابنِ ساباط مکان کی طرف چلا، رات کی طرح اس وقت بھی دروازہ کھلا تھا۔ یہ بلا تامل اندر چلا گیا۔ سامنے وہی رات والا ایوان تھا، یہ آہستہ آہستہ بڑھا اور دروازے کے اندر نگاہ ڈالی، وہی رات والی چٹائی بچھی تھی، رات والا تکیہ ایک طرف دھرا تھا، تکیہ سے سہارا لگائے اجنبی بیٹھا تھا، تیس چالیس آدمی سامنے تھے، واقعی اجنبی تاجر نہیں تھا، شیخ جنید بغدادی تھے۔

اتنے میں عشاء کی اذان ہوئی لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، جب سب لوگ جا چکے تو شیخ بھی اٹھے۔ جونہی انہوں نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ایک شخص بے تابانہ بڑھا اور قدموں پر گر گیا۔ یہ ابنِ ساباط تھا، اس کے دل میں سمندر کا تلاطم بند تھا، آنکھوں میں جو کبھی تر نہیں ہوئی تھیں دجلہ کی سوتیں بھر گئی تھیں۔ آنسوؤں کا سیلاب آ جائے تو پھر کون سی کثافت ہے جو باقی رہ سکتی ہے۔ شیخ نے شفقت سے اس کا سر اٹھایا، یہ کھڑا ہو گیا مگر زبان نہ کھل سکی اور اب اس کی ضرورت بھی کیا تھی! جب نگاہوں کی زبان کھل جاتی ہے تو منہ کی زبان کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس واقعہ پر کچھ عرصہ گزر چکا ہے۔ شیخ احمد ابنِ ساباط کا شمار سید الطائفہ کے حلقۂ ارادت کے ان فقراء میں ہے جو سب میں پیش پیش ہیں۔

شیخؒ کہا کرتے تھے، ابنِ ساباط نے وہ راہ لمحوں میں طے کر لی جو دوسرے برسوں میں نہیں کر سکتے۔ ابنِ ساباط کو چالیس سال تک دنیا کی دہشت انگیز سزائیں نہ بدل سکیں، مگر محبت اور قربانی کے ایک لمحہ نے چور سے اہل اللہ بنا دیا۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

☆☆☆☆☆

اخلاق حسنہ

دوسری قسط

اچھے لوگوں کی صحبت اور اس کے اثرات

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

اتباع سنت کیا ہے؟

اتباع سنت بھی لوگوں نے محدود کردیا، اکثر لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، کہتے ہیں کہ سنت ہے داڑھی ایک مشت ہوجائے اور ٹخنے سے اوپر پائجامہ بس ختم۔ بھائی اتباع سنت کا مطلب ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرنا ہے۔ جیسے کبوتر کہ اس کے دونوں پر کاٹ دئے جائیں تو اڑ نہیں پائے گا، لیکن کبوتر کے اندر جان ہی نہیں تو وہ چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، کیسے ہی پر کیوں نہ ہوں کوئی فائدہ نہیں۔ جن کے اندر باطنی سنت نہیں ہے تو اس کے بغیر کچھ نہیں ہونے والا۔ ظاہری طور پر دیکھے گئے کہ یہ بڑے متبع سنت ہیں اور دل میں گندگی بھری ہوئی ہے، جب تک ہمارا باطن ٹھیک نہیں ہوگا اور باطن کی سنتوں پر عمل نہیں کریں گے تب تک ہمارے اندر وہ چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ امت کا درد، یہ وہ سب سے بڑی سنت ہے جس کے بغیر انسان کوئی بڑا کام نہیں کرسکتا جس کو قرآن مجید میں کہا گیا: ''اے محمد ﷺ! ایسا لگتا ہے کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنی جان دیدیں گے تو ظاہری سنت پر بھی عمل ہو اور باطنی سنت پر بھی عمل ہو تب تو کام بنے گا۔ ہمارے حضرت مولاناؒ دیکھنے میں بڑے سادہ تھے مگر وہ ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں پر عمل کرتے تھے، ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا کہ اندر کا نور باہر پھوٹ کر آگیا ہے۔ ایک بار ندوہ میں بڑا اجلاس ہوا، ہندوستان کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء آئے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا اور اس نے پوچھا: مولانا علی میاں صاحب سے ملنا ہے، لوگوں نے کہا جانتے ہو؟ کہا پہچانتے تو نہیں، لوگوں نے اس کا امتحان لیا، مولاناؒ سامنے بیٹھے ہوئے تھے، ان کے چاروں طرف بڑے بڑے مشائخ اور علماء تشریف فرما تھے اپنے اپنے لباس میں ملبوس، اور حضرت مولاناؒ ویسے ہی سادہ انداز میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا انہی میں سے ایک ہیں پہچان لو، وہ سیدھا مولاناؒ کے پاس گیا اور ان سے مصافحہ کر کے آگیا، لوگوں نے پوچھا کیسے پہچانا؟ تو وہ کہنے لگا کہ چہرہ بتا رہا تھا۔ تو یہ ہے، اصلاً جو اندر کی سنتیں ہوتی ہیں ان کی اتباع سے نور پھوٹ کر باہر آتا ہے، حضرت مولاناؒ نے پوری زندگی اپنے آپ کو چھپانے کی اتنی کوششیں کیں لیکن انتقال ہوا تو ایسا محسوس ہوا کہ ایک ڈھکن تھا جو کھل گیا اور خوشبو باہر پھیل گئی۔ نہا دھو کر، شیروانی پہن کر، عطر لگا کر، رمضان المبارک کے مہینے میں، جمعہ کے دن دربار خداوندی میں حاضر ہوئے اور سورہ یٰس پڑھتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔ انتقال کے بعد قبر سے ۶ مہینے تک خوشبو آتی تھی، قبر سے نکل کر پوری مسجد اور اطراف میں پھیل جاتی تھی۔ آج بھی حضرت مولاناؒ کی کتابوں میں تاثیر ہے لیکن ایسے لوگوں کو دیکھ کر آدمی ایک دم متاثر نہیں ہوتا دھیرے دھیرے جب خدمت میں جائے گا تو محبت بڑھتی جائے گی۔ ایک دم سے متاثر ہونا یہ اس کے باطل ہونے کی علامت ہے۔ تو اصل میں یہ ہونا چاہئے کہ انسان کو متبع سنت انسان کی صحبت میں رہنا چاہئے اور اسے ڈھونڈنے کی کوشش میں رہنا چاہئے۔ اکثر لوگ الٹے سیدھے لوگوں کے جال میں پھنستے ہیں اور بعد میں آکر روتے ہیں۔ بھائی آپ ایسا کام کیوں کرتے ہیں کہ بعد میں سجدہ سہو کرنا پڑے اس لئے آپ چیک کیجئے کہ متبع سنت کون ہے؟ آپ ان کی صحبت میں بیٹھئے، زبان کیسی ہے، اس کا رہن سہن کیسا ہے، اس کا عزیزوں کے ساتھ معاملہ کیسا ہے؟ میں کہتا ہوں ایک اور چیز دیکھنا چاہئے جو حدیث سے بھی ثابت ہے کہ اس کا رشتہ داروں سے معاملہ کیا ہے؟ اس لئے کہ رشتہ داروں سے اچھا معاملہ کرنا بڑے دل وجگر کی بات ہے اور اس میں جو کامیاب ہے وہ سب سے زیادہ متبع سنت ہے اور ہمارے حضرت مولاناؒ اس معاملہ میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے بھائی کو یہ مقام عطا فرمایا تھا۔ جو جتنا زیادہ قریبی رشتہ دار ہوتا اس کا اتنا ہی زیادہ خیال رکھتے تھے، حضرت مولاناؒ کے ایک رشتہ دار تھے، مولانا کے عصبہ میں سے تھے، عصبہ کہتے ہیں باپ کے رشتہ دار کو، ان کا رشتہ شریعت میں بڑھا ہوا ہے۔ ایک دفعہ ان کے پائجامے میں پاخانہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے کہا کہ میں صاف کروں گا، لوگوں نے کہا آپ نہ کریئے، تو حضرتؒ نے فرمایا، یہ میرے قریب کے رشتہ دار ہیں، مجھ پر حق زیادہ ہے، ہم لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ مولاناؒ بہت بڑے ہوگئے، پہلے چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ فرمایا کرتے تھے جو ہماری جوانی دیکھے اس کو سمجھ میں آجائے گا کہ ہم ہیں کیا۔ ظاہری بات ہے کہ جوانی دیکھو گے تو کامیاب ہوجاؤ گے، بڑھاپا دیکھو گے تو ناکام ہوجاؤ گے۔ فرماتے تھے جب دانت تھے تب چنے نہیں تھے۔ اب چنے ہیں تو دانت نہیں، اسی طرح زندگی گزار دی ان حضرات نے۔ ہمارے حضرت مولاناؒ نے بارہ بارہ، پندرہ پندرہ کلومیٹر سائیکل سے سفر کیا ہے، یہ کوئی سوچ سکتا ہے جن کے لئے ہمیشہ جہاز کھڑا ہو۔ تو ہمیں ان حضرات کی جوانی کو دیکھنا چاہئے اور سبق لینا چاہئے۔

تاثیر صحبت کے کچھ واقعات

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جب چھوٹے تھے تقریباً چار سال کے تو حضرت سید احمد شہیدؒ اس علاقے میں تشریف لے گئے، اس وقت ان کو حضرت سید صاحبؒ کی گود میں دیا گیا اور سید صاحبؒ نے تبرکاً بیعت بھی فرمالیا، اس کے اثرات دیکھئے کہ پھر حاجی صاحبؒ حاجی صاحبؒ بن گئے کیونکہ سید صاحبؒ کے پاس انکے شیخ میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی اور ان کے شیخ شاہ عبد الرحیم ولایتی جو سید صاحبؒ کے خلیفہ تھے رہے جب حاجی صاحب نے ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ نے ان کو وہ صلاحیت عطا فرمائی کہ مولانا تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ تو آپ سے علم میں کم ہیں لیکن آپ ان کے پاس ہر وقت جانا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا کہ ہاں اور لوگ تو بتاتے ہیں حاجی صاحب پہونچا دیتے ہیں۔ یہ فرق ہے اس لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اپنی مسجد میں تشریف لائے تو ایک دیہاتی آدمی وضو کر رہا تھا مولانا نے اس کو دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور بعض مریدین سے کہا کہ جب یہ وضو کرچکیں تو ان کو مجھ سے ملا دینا۔ نماز ہوگئی، نماز کے بعد ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ کہا کچھ نہیں کھیتی کسانی کرتا ہوں، اللہ اللہ کرتا ہوں۔ کہا نہیں کچھ اور بتاؤ! اللہ اللہ کے اثرات کو میں سمجھتا ہوں کہ کیسے پڑتے ہیں۔ نماز پڑھنے کے اثرات کو بھی میں جانتا ہوں۔ لیکن تمہارے اندر کچھ اور بات ہے۔ کیا کوئی واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ ایک مرتبہ ہمارے علاقے میں آئے ہوئے تھے میں چھوٹا سا تھا، میں لوگوں کے بیچ سے نکلتا ہوا ان کے سامنے جاکر کھڑا ہوگیا، ان کی نظر مجھ پر پڑ رہی تھی۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا بات سمجھ میں آگئی اسی کا اثر ہے کہ تمہارے اندر سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمان تک جارہا ہے، تو آدمی جتنا قوی ہوگا اتنے ہی اثرات پڑتے ہیں، اب وہ دیہاتی تھے لیکن سنت پر ایسے کاربند تھے کہ کوئی سنت ان سے نہیں چھوٹتی تھی۔ حضرت سید صاحبؒ کے اثرات میں سے خاص اثر یہ تھا کہ جو بھی ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا تھا اس کی کایا پلٹ جاتی تھی، اس شخص کی قلب ماہیت ہوجاتی تھی، یہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آنکھ کا اثر پڑتا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ نظر بد ہے، بچوں کو نظر لگتی ہے۔ "العین حق" - حدیث میں ہے کہ بعض لوگوں کی نظر اتنی بری ہوتی ہے کہ صحیح و تندرست کو دیکھ لیں تو وہ بیمار ہوجائے۔ اور لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق بھی ہوجاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کی نظر میں قلب ماہیت کی صلاحیت ہوتی ہے۔ ع

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اصل بات یہی ہے کہ بعض دفعہ ایسی نظر ہوتی ہے کہ ایک ہی نظر میں کام ہوجاتا ہے۔ نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور نسبت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پھر آدمی ادھر ادھر بھٹکتا نہیں ہے۔

مولانا محمد احمدؒ پرتاپ گڑھی نے اس کو سمجھانے کے لئے کہا ہے۔

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی کو چھوڑ کے جانے نہ پائیے

اس کو بہت آسانی سے سمجھا دیا۔ نسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ آدمی بھاگنا نہ چاہے، بھاگنا چاہے گا لیکن ایسے اسباب پیدا ہوجائیں گے کہ بھاگ نہیں پائے گا اس کا نام ہے نسبت۔ جب اللہ والوں کے پاس رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، مانگتا ہے تو دیتا ہوں، پناہ چاہتا ہے تو پناہ دیتا ہوں، اسی لئے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں اور محفوظ کا مطلب بعض لوگ غلط سمجھ لیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ نہیں ہوتا، گناہ پر باقی نہیں رہتے، اصرار نہیں کرتے، توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ معصوم صرف انبیاءؑ کی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ جب آدمی نیک لوگوں کی صحبت میں رہے گا تو وہ چیز اس کو حاصل ہوجائے گی اب جس وقت حاصل ہوجائے۔ بعض دفعہ کئی کئی سال رہنا ہوتا ہے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور بعض دفعہ چند لمحوں کے لئے آئے کام بن گیا۔ حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ جن سے اللہ تعالیٰ نے بنگال میں غیر معمولی کام لیا ہے، کہنے والے کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر ایک کروڑ لوگ ایمان لائے تھے۔ پہلے بنگلہ دیش میں مسلمان اقلیت میں تھے، اب اکثریت میں ہیں یہ سب مولانا کرامت علیؒ کی کرامت ہے۔ ان کا نام علی تھا لیکن ان سے کرامتوں کا اتنا ظہور ہوا کہ کرامت کا لفظ ان کے نام کے ساتھ وابستہ ہوگیا اسی لئے وہ خود خط کے اخیر میں لکھتے تھے: علی ملقب بکرامت علی۔ اسی جگہ جہاں آپ لوگ بیٹھے ہیں، تکیہ پر وہ آئے تھے اور حضرت سید صاحبؒ سے بیعت ہوئے تھے۔ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن کے بعد فرمایا: مولانا کام ہوگیا۔ اب دیکھئے اٹھارہ دن میں کام ہوگیا۔ اگر آپ رکنا چاہیں تو رک سکتے ہیں لیکن اب آپ کو رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صحبت کی جو برکتیں تھیں وہ اٹھارہ دن میں حاصل ہوگئی تھیں اور اتنے کامل ہوگئے تھے کہ سید صاحبؒ نے اٹھارہ دن میں فرمایا تھا کہ مولانا اب آپ جایئے اور بنگال میں کام کیجئے۔ پھر مولانا کچھ دن اپنے شوق سے ٹھہرے، اس کے بعد بنگال تشریف لے گئے، اٹھارہ سال کے بعد اپنے گھر لوٹے وہ نہ بنگال کے رہنے والے تھے نہ بنگلہ زبان جانتے تھے، پھر اٹھارہ سال کے بعد اپنے والد صاحبؒ سے ملنے آئے اور پھر دوبارہ سب کو وہیں لے کر چلے گئے اور ۵۴ سال

تک وہیں رہے اور پورا بگال بدل کے رکھ دیا۔ اب یہ قوی صحبت کا اثر ہے کہ چند دن میں کام بن گیا۔ لیکن اس کے لئے آداب چاہئیں ۔ موانع نہیں ہونے چاہئیں کہ حرام کھا رہے ہیں تو صحبت کا اثر کہاں ہوگا، اور غیبت کر رہے ہیں تو صحبت کا اثر کیا ہوگا۔ محبت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، عظمت کے ساتھ، اگر آدمی رہے تو فائدہ ہوتا ہے ورنہ اگر ایک ہزار سال رہے تو بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ صحابۂ کرامؓ کو بھی رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے کب فائدہ ہوا؟ جب ایمان لے آئے، ورنہ ابوجہل بھی روز ملتا تھا لیکن کیا وہ بدل گیا۔ وہ تو مخالفت میں ڈٹا ہوا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی تنقید کے ساتھ آئے گا اور دل و دماغ میں ادھر ادھر کی باتیں لے کر آئے گا تو پھر ظاہر ہے کہ اس کو فائدہ کیسے پہونچ سکتا ہے؟ مولانا محمد احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ایسی جگہوں پر جاؤ تو نشیب بن کر جاؤ کیونکہ وہ حضرات ٹیلے ہیں، نشیب بن کر جاؤ گے تو کچھ آجائے گا اور اگر خود تم ٹیلے بن کر یا کھمبا بن کر جاؤ گے تو ادھر ادھر سے چلا جائے گا، جو آدمی نشیب بن کر جائے گا، ملے گا اور اگر نشیب بن کر نہیں جائے گا تو کچھ نہیں ملے گا۔

ان حضرات کے پاس مہینوں، برسوں رہنے کے بعد کوئی گھڑی آتی ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی ہر گھڑی بابرکت اور ہر ساعت مبارک تھی کہ جو بھی آپ ﷺ کے پاس ایک لمحہ کے لئے ایمان کے ساتھ آجاتا تھا، اسی گھڑی اس کا کام ہو جاتا تھا، اس لئے کہ آپ ﷺ کی صحبت کا عالم بالکل الگ ہے۔ صحابہ کرامؓ کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔

اب سید صاحبؒ کے چند لوگ ایسے ہیں جن کو یہ مقام حاصل ہوا لیکن رسول اللہ ﷺ پاس جو بھی آگیا ایمان کے ساتھ، ایمان شرط ہے، یہاں شرط اخلاص ہے۔ انبیاء کی صحبت کے لئے ایمان شرط اور اولیاء کی صحبت کے لئے اخلاص شرط، اب اگر اخلاص کے ساتھ آئے گا تو صحبت کا فائدہ ہوگا، اخلاص کے ساتھ نہیں آئے گا تو فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمارے اس زمانے کے جتنے بزرگان دین ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ والوں کے پاس جاتا رہے، ان کی صحبت میں جتنا موقع مل جائے اس سے فائدہ اٹھاتا رہے کیوں کہ وہ ہر ایک کو محبت سے دیکھتے ہیں، ان کی نظر میں مضرت نہیں ہوتی اور ان کی نظر میں نقصان نہیں ہوتا، محبت کی نظر کا فائدہ پہونچتا ہے۔ اگر محبت غیر معمولی ہوگی تو تاثیر غیر معمولی ہوگی۔ فارسی کا ایک شعر بہت پڑھا جاتا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں ایک ساعت بیٹھنا بغیر ریا کے، ایک سو سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ وہی صحبت ہے کہ ایک ساعت میں قلب ماہیت ہو جائے برابر صحبت نہیں۔ صحبت برابر ہوگی لیکن ایک ساعت ایسی آئے گی جس میں قلب ماہیت ہو جائے گی۔ قلب کے اندر کرنٹ دوڑ گیا ایک روح پیدا ہو گئی، یہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت میں رہنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ جو تنار ہا ہے اس کا مقام اتنا ہی بلند ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مقام بلند ترین ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحبت کے آداب بھی پورے اختیار کئے اور حضرت علیؓ کے مقابلہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت میں بھی اسی کا اثر ہے۔ حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے مگر حضرت علیؓ بچے تھے، بچوں کی صحبت میں اور بڑوں کی صحبت میں فرق ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ بالغ ہو چکے تھے اور آپ ﷺ کے ہم عمر تھے، ذرا سا فرق تھا۔ آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو انھوں نے اسی وقت ایمان قبول کر لیا اور اس سے پہلے سے ہم مزاجی، ہم مذاقی اور ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا ہی، فوراً ایمان قبول فرمالیا اور ساتھ برابر رہتے رہے ان کو جو مقام حاصل ہوا وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں آداب کے ساتھ رہے، محبت کے ساتھ رہے، عظمت کے ساتھ رہے اور اس سے بڑھ کر ہم مذاقی، ہم مزاجی کے ساتھ رہے۔ بہر حال صحبت کے اثر سے انکار نہیں اور پھر عجیب بات یہ بھی ارشاد فرمائی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جو لوگ صبح و شام ہم کو پکارتے رہتے ہیں، ہماری تسبیح پڑھتے رہتے ہیں، ہمارا ذکر کرتے رہتے ہیں آپ ﷺ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں، اب جب اللہ کے رسول ﷺ کو فرمادیا گیا کہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ رہیں تو اصلاً یہ ہم لوگوں سے کہا گیا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم اس لائق ہو گئے ہیں کہ سب لوگ ہمارے پاس آکر بیٹھیں۔ بلکہ اپنے سے کم درجہ کے لوگ معلوم دیتے ہیں، معلوم نہیں ان میں سے کس کے اندر اعلیٰ درجہ کی صفات اور اعلیٰ درجہ کے کمالات ہوں تو ان کے پاس بھی آپ بیٹھیں تا کہ وہ اثرات آپ میں منتقل ہوں۔ آپ ان سے لیں اور وہ آپ سے لیں۔ حضور ﷺ کو تو فرمایا اس لئے گیا تھا تا کہ ہم سیکھ لیں اس لئے کہ آپ ﷺ کا ہر کمال تو آپ ﷺ کا کمال ہے، ہر مقام آپ ﷺ کا مقام ہے، ہر مرتبہ آپ ﷺ کا مرتبہ ہے، آپ ﷺ کے ماننے والے جو آپ ﷺ کے ذریعہ سے اس مقام پر پہونچے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ چاہے کتنے ہی بلند ہو جائیں رسول اللہ کو ان کے پاس بیٹھنے کی ضرورت تھوڑی ہی تھی، لیکن یہ کہا جارہا ہے کہ ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ﴾ آپ ﷺ اپنے آپ کو روکیں ان کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ تو ایسے ہی ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے چاہے دیکھنے میں افضل ہو لیکن اس شخص کے پاس بیٹھے جس کو اللہ تعالیٰ نے کمال سے نوازا ہے۔ جو اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔

(جاری)

محاسن اسلام

آخری قسط

مساوات انسانی کی عملی تصویر

شیخ مصطفیٰ سباعی/مولانا قیصر حسین ندوی

وہاں کا عجیب وغریب قانون اراضی یہ ہے کہ حاکم کو کسی کو بھی زمین دینے کا اختیار ہے، پانچ ہزار ایکڑ تک زمین ۹۹۹ سال کی مدت کے لئے اس کی دگنی قیمت میں دی جاسکتی ہے ۱۹۲۵ تک متوسط طور پر گورے پانچ سو ایکڑ زمین کے مالک ہو گئے جبکہ اصل شہری (کالے) کے پاس صرف آٹھ ایکڑ زمین تھی کالے وطنی کو گوروں کی آبادی سے الگ رکھنے کیلئے کالوں کے لئے کچھ ایسی مخصوص جگہوں کی تعیین کردی گئی ہے جن سے تجاوز کرنے کا ان کو حق حاصل نہیں ہے اور جب گورے کالے مزدوروں کو ان کی معمولی مزدوری کی وجہ سے ان سے کام لینا چاہتے ہیں تو کالوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ گوروں کے کھیتوں میں کام ختم کرتے ہی اپنی جھوپڑیوں اور اپنے ان گھروں میں چلے جائیں جو گوروں کے علاقہ سے دور دراز نشیبی علاقوں میں ہیں۔

امریکا میں بھی ایسی نہایت دہشت ناک والمناک مثالیں ملتی ہیں نیویارک کے بندرگاہ پر جہاں آزادی کا اسٹیچو ہر آنے والے کا استقبال کرتا ہے اس کے نیچے تحریر ہے کہ "تم اپنے تھکے ماندے ان فقراء ومساکین کو ہمیں دیدو جو آزادی کے ساتھ سانس لینا چاہتے ہیں انہیں تم اپنے بھیڑ بھاڑ والے سمندر کے کناروں سے ہمارے پاس بھیجدو جن کا نہ کوئی ٹھکانہ اور نہ وطن ہے، سنہرے گیٹ کے قریب اپنی مشعل کو بلند کئے ہوئے ہوں۔

آزادی کے اس ملک میں جس کے سب سے بڑے بندرگاہ پر آزادی کا اسٹیچو قائم کیا گیا ہے حبشیوں پر جبر وتشدد، ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں جو تاریخ انسانی کے سب سے گھناؤنے جرائم ہیں ہم ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس حقیقت کا اعتراف وہ خود کرتے ہیں۔

جس میں بیزنز جو امریکی پارلیامنٹ کے رکن ہیں کہتے ہیں کہ کسی بھی ایسے کالے آدمی کو جس کے دل میں سیاسی مساوات کی خواہش ہو جنوب کے صوبوں میں کسی عمل کا حق نہیں ہے یہ ملک گوروں کی ملکیت ہے اور ضروری ہے کہ انہیں کی ملکیت رہے۔

حبشیوں کے ساتھ جبر وتشدد ظلم وستم اور سفاکیت وبربریت کے مظاہرے مختلف اور متعدد میدانوں میں ہوتے ہیں:

۱۔ ثقافتی میدان: امریکا کے بیس صوبوں میں حبشیوں کو کسی ایک اسکول میں بھی گوروں کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے صوبہ میسیسی کے قانون دفعہ ۲۰۷ میں صراحت ہے کہ تعلیم وتربیت کے میدان میں گورے بچوں کو کالے بچوں سے الگ رکھا جائے لہذا دونوں کے لئے الگ الگ اسکول ہوں، صوبہ "فلوریڈا" کے قوانین میں ہے: حبشیوں کے بچوں کی اسکولی کتاب گوروں کے بچوں کی کتابوں سے الگ ہوں۔

۲۔ شادی کے میدان میں: تقریباً تمام صوبوں میں کسی گوری لڑکی کی شادی کسی کالے سے یا اسکے برعکس ممنوع ہے بعض صوبوں کے قوانین میں (جیسے صوبہ مسیسی) صراحت ہے کہ اگر ایسی شادی ہو بھی گئی تو ہو غیر قانونی قرار دی جائے گی بلکہ گورے کی کسی ایسے شخص سے شادی بھی غیر قانونی قرار دی جائے گی جس کے رگوں میں کسی حبشی کا خون دوڑ رہا ہو۔

۳۔ عمل کے میدان میں: بعض صوبوں کے قوانین میں ہے کہ حبشی مزدوروں کو گورے مزدوروں کے ساتھ کارخانوں میں ایک سطح پر قیام کی اجازت نہیں دی جائیگی حبشیوں کو اس کی ہی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ان دروازوں سے نکلیں یا داخل ہوں جن سے گورے نکلتے اور داخل ہوتے ہیں۔

۴۔ اجتماعی میدان میں: قانوناً چودہ صوبوں میں گورے پسنجروں کو ٹرین میں کالوں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ ٹرینوں میں اور بسوں میں کاموں کے لئے خاص بوگیاں اور سیٹیں لگائی جاتی ہیں، ٹیلفون بوتھوں حتی کہ اسپتالوں میں بھی ان کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے اس طرح دماغی اور عقلی بیماریوں میں بھی گورے اور کالے پاگل میں فرق کیا جاتا ہے۔ اور ان سب سے زیادہ حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں کتوں کے قبرستان کے مالک نے اعتراض کیا کہ وہ اپنے قبرستان میں حبشیوں کے کتوں کو دفن نہیں کرے گا اس لئے کہ اس کے گورے کسٹمر کو تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے ناز ونعم میں پلے ہوئے کتوں کو مرنے کے بعد کالوں کے کتوں کے برابر کر دیا جائے۔

اکثر امریکی اس شرمناک صورت حال سے معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں جنوبی صوبوں

میں جو شمالی صوبوں سے کم مہذب ہے حبشیوں میں گوروں سے کراہت ونفرت شدت سے پائی جاتی ہے لیکن واقعی صورت حال اس معذرت کی تکذیب کرتی ہے شمال کے تمام بڑے شہروں میں حبشیوں کی بھاری اکثریت ہے جو گندے محلوں میں گھری ہوئی ہے جن کے ٹوٹی پھوٹی لکڑیوں کے گھر ہوتے ہیں جن میں چوہے کبڈی کھیلتے ہیں اوران میں اکثر آگ لگتی رہتی ہے واشنگٹن میں ''ہارلم'' نامی محلہ میں ایک گھر میں وہ حبشی رہتے ہیں، ایک امریکی اخبار کا کہنا ہے کہ اگر ہم محلہ ''ہارلم'' کی گھنی آبادی کے اعتبار سے کوئی اصول بنالیں اور اسے امریکا کے تمام صوبوں پر تطبیق دیں تو ہم آسانی سے پورے امریکا کو نیویارک کے نصف حصے میں جمع کرسکتے ہیں۔

واشنگٹن میں وائٹ ہاؤس کے سامنے منکولن کے خوبصورت یادگار مجسمہ کے سامنے ایک نہایت گندہ محلہ آباد ہے جس میں ڈھائی لاکھ حبشی (یعنی راجدھانی کی آبادی کا چوتھائی حصہ) جانوروں کی طرح رہتے ہیں۔راجدھانی میں حبشیوں کے لئے ان ہوٹلوں، کینٹینوں، اسکولوں اور اسپتالوں حتی کہ ان جانوروں میں داخل ہونا ممنوع ہے جو گوروں کے لئے خاص ہیں، ''پناما'' کا ایک حبشی واشنگٹن میں کیتھولک گرجا گھر میں داخل ہوا اور اپنی نماز ودعا میں مشغول ہوگیا اس کے پاس آکر پادری نے اس کو ایک پرچی دی جس میں حبشی کیتھولک گرجا گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا جب پادری سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ شہر میں حبشیوں کے لئے خاص گرجے ہیں یہ کالا اس میں عبادت کرسکتا ہے۔

ایک طرف تو ان حبشیوں کے ساتھ جبر وتشدد ظلم وستم اور جابرانہ تعصب کا معاملہ ہے دوسری طرف وہ اس تعلیم کو عام کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پوری انسانیت کے لئے ہیں، اس ذلت ورسوائی، اس احتقار وتنقیص کے ساتھ فقر ومرض اور تنگی وپریشانی کی فضا میں ڈیڑھ کروڑ حبشی (یعنی پوری ریاستہاء متحدہ امریکہ کی آبادی کا دسواں حصہ) سانس لے رہے ہیں جن کی قیادت وسیادت امم متحدہ کررہی ہے اور جو ندا لگاری ہے کہ اس کا پیغام قوموں اور امتوں کے لئے آزادی وامن وآشتی کا پیغام ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ'' ہاری ہایوود'' امریکی نے اپنی کتاب ''تحریر الزنوج'' میں اس آزادی کی حقیقت کے بارے جو لکھا ہے اس کو پیش کردیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رنگ ونسل کو کسی بھی ملک میں باستثنا جنوبی افریقہ قوموں کے غلام بنانے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا جیسا کہ ان ملکوں میں غلامی دور اس اعتبار سے ختم ہوگیا کہ اب غلاموں پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی لیکن طبقاتی نظام کے اعتبار سے ابھی بھی غلامی باقی ہے آج کل مقصود کالوں کو گوروں کے مراکز سے ادنیٰ معمولی درجہ کے مراکز میں باقی رکھنا ہے اور اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں کبھی حکومت کے بجائے عوامی قتل وپھانسی کے ذریعہ اور کبھی ظالمانہ وجابرانہ قانونی کاروائیوں کے ذریعہ اور کبھی بے بنیاد عادات وتقالید کی بناپر۔ ماہر اقتصادیات ''فلتور ریولو'' کہتے ہیں کہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ شمال کے وہ صنعت وحرفت والے جو خانہ جنگی کے عہد میں فدرائی حکومت پر قابض تھے ان کو صحیح معنوں میں حبشی قوم کی آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ ان کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ حبشی قوم کے آخری درجہ استغلال میں جنوب کے غلاموں کے مالکان کے قائم ہوجائیں حق یہ ہے کہ وہ طریقہ کار جس کو جمہوری پارٹی اور فوج نے جمہوری ریاستوں میں اختیار کیا درحقیقت حبشی قوم کو نئے سرے سے اپنے تابع کرنے کا ان کے سابق مالکان کے ساتھ ایک عہد تھا''۔

وہ مزید کہتے ہیں: ''نسلی تعصب کا زہر ملک کے طول وعرض میں پھیل چکا ہے اور امریکی زندگی کے تمام شعبوں میں سرایت کرچکا ہے حتی کہ امریکی گورے عوام حبشی قوم یا دوسری اقلیات کی طرف اشارہ کے لئے ذلت ورسوائی، اور استخفاف واحتقار کی تعبیر گڑھنے کے عادی ہوچکے ہیں''۔

''جاک لیت اور لی مور تیجر'' کہتے ہیں کہ: ''پوری دنیا میں مشہور ہوچکا ہے کہ امریکا کا شعار آزادی کا مجسمہ ہے اس لئے ضروری ہیکہ ہم ہر امریکا آنے والے یا اس میں پناہ لینے والے کا استقبال کریں اگر چہ وہ ظلم وستم اور جبر وتشدد سے راہ فرار اختیار کرکے آیا ہو ایسا لگتا ہے کہ جس دن اس میں آزادی کا مجسمہ نصب کیا گیا اس دن سے آزادی کا معنی مکمل طور پر ختم ہوگیا''۔

۱۹۴۶ء میں ایک حبشی اور اس کی ماں ''کو لمبیا'' میں ایک ریڈیو کی اصلاح ومرمت کرنیوالی دکان پر اپنے ریڈیو کی درستگی کے لئے گئے، اصلاح کی قیمت ادا کرنے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ ریڈیو درست نہیں ہوا ہے ابھی بھی خراب ہی ہے، ماں نے کہا کہ تیرہ ڈالر میں ادا کرچکی ہوں لیکن ریڈیو ابھی بھی خراب ہی ہے دکاندار نے دونوں کو دکان سے دھتکار دیا اور اس کی کسی خادمہ نے حبشی کی ماں کو پیر سے ایسا مارا کہ وہ منہ کے بل گرگئی حبشی بہت غصہ ہوا اور اس نے اس کو زمین پر پٹخ دیا یہ دیکھ کر پڑوسی دکاندار نے عوام سے چیخ چیخ کر کہا اس خبیث کو قتل کردو، عوام وہاں جمع ہوگئی اور کہا کہ ہم دونوں سے قصاص لیں گے، امریکا میں حبشیوں سے قصاص

لینے کا مطلب پر بغیر کسی محاکمہ کے سر دھڑ سے جدا کرنا ہے اخیر میں ان دونوں کو جیل خانہ پہنچادیا گیا لیکن عوام اس سے راضی نہیں ہوئی بلکہ نہایت تیزی سے حبشیوں کے محلہ کی طرف ان دونوں سے انتقام لینے گئی اور پولیس والوں نے اس مصیبت زدہ محلہ کا محاصرہ کیا اور حبشیوں کو ان کے گھروں اور دکانوں سے نکالا، ان کو جلادیا اور ان پر گولیاں چلائیں جس کے نتیجہ میں بہت سے ہلاک ہوگئے اور بہت سے زخمی ہوئے یہ سارا کچھ محض اس لئے ہوا کہ اس حبشی عورت نے دکاندار سے شکایت کی کہ اجرت ادا کرنے کے بعد ریڈیو خراب ہی ہے یہ ان کی تہذیب کی مثال ہے۔

اس کے مقابلہ میں اسلامی عہد کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں ۱۰۰ھ میں ایک کالی باندی نے جس کا نام فرتونہ تھا امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز سے شکایت کی کہ اس کی دیوار بہت چھوٹی ہے چور اس سے گھس کر اس کی مرغیاں چراتے ہیں حضرت عمر بن العزیز نے فوراً اس باندی کو جواب دیا کہ میں نے مصر کے گورنر کو تمہاری دیوار کی درستگی اور گھر محفوظ کرنے کا حکم دیدیا ہے۔اور انہوں نے گورنر مصر ایوب بن شرجیل کو لکھا کہ تم میرے خط کو پاتے ہی خود فرتونہ کے گھر جاؤ اور اس کی دیوار درست کرکے اس کے گھر کو محفوظ کردو، والی مصر نے خود اس کے گھر کا پتہ لگایا اور اس کو بتایا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بارے میں یہ حکم دیا ہے اور اس کے گھر کو محفوظ کردیا ہماری تہذیب کی یہ ایک مثال ہے۔اس لئے اسلام آسمانی قانون ومذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو یکساں حق دیتا ہے اگر کوئی فرق کیا جاتا ہے تو وہ اچھے اور برے کردار کی بناپر۔

☆☆☆☆☆☆

رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت کا تقاضا

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت عین ایمان ہے، جب تک ہم اپنی جان، مال، ماں، باپ اپنی اولاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کرنے کا جذبہ نہ رکھیں تو ہمارا ایمان کامل ہونہیں سکتا، اور ہم سچے مسلمان نہیں ہوسکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کا تقاضا کیا ہے؟ اس پر بھی ہم کو ذرا غور کرنا چاہئے۔اپنے کو اور اپنے اعمال وکردار کو جانچنا چاہئے۔آدمی جس سے محبت کرتا ہے تو اس کی ہر صفت اور اس کی ہر بات اور اس کا ہر فرمان پیارا ہوتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا ہر معاملہ میں اس کا ہوتا ہے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والا ہوتا ہے، اور اس کے ہر حکم پر عمل کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے۔تب اس کا محبت کا دعویٰ سچا ثابت ہوتا ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا کیا حال ہے؟ اور ہماری زندگی کس راستہ پر گزر رہی ہے۔عبادات میں، معاملات میں، دین کی خدمت کرنے میں، اسلام کی نشر واشاعت میں، حقوق کی ادائیگی میں، مال کے خرچ کرنے میں، اقربا اور عام مسلمانوں کے ساتھ سلوک میں ہم کیا کررہے ہیں؟ اور رحمۃ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی ان تمام باتوں میں ہم کو کیا رہنمائی دیتی ہے؟!

ہر مسلمان مرد وعورت کے علم میں یہ بات اچھی طرح ہے اس وقت تک ہمارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر پوری طرح نہ چلیں اور آپؐ نے جو نمونہ چھوڑا ہے اس پر مکمل طور پر عمل نہ کریں۔قرآن مجید میں صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔یہ نہیں چل سکتا ہے کہ کچھ باتوں پر عمل کریں اور کچھ باتوں پر عمل نہ کریں۔زبان سے محبت رسول اللہ علیہ وسلم کے بلند بانگ دعوے کریں اور جب عمل کا وقت آئے تو دور دور نظر نہ آئیں۔

شرک وبدعت کے میلے لگائیں۔نماز کے وقت مسجد کی طرف نہ جائیں۔روزہ میں بھوک پیاس برداشت کرنا مشکل سمجھیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی برداشت نہ کریں۔شادیوں میں دونوں ہاتھوں سے دولت لٹائیں۔اور اس کو عزت کا ذریعہ سمجھیں۔اس معاملہ میں ہر ایک کو خوش کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کریں۔غریب مسلمانوں پر اپنا مال خرچ کرنا بے وقوفی سمجھیں۔اور امیروں اور نالائقوں کے سامنے انواع واقسام کے بہترین کھانوں کے دسترخوان سجانا قابل فخر سمجھیں۔

یہ ہے زبان سے حب رسول کے دعوے اور عمل سے حب رسولؐ سے بیگانہ پن اور لاتعلقی، اس کا جو نتیجہ نکلتا ہے وہ نکل رہا ہے۔اگر کچھ بھی بصیرت ہے، اگر کچھ بھی آنکھوں میں ایمان کی روشنی ہے تو ہر شخص اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: بیئر (Beer) کے بارے میں آج کل مسلمانوں کے درمیان مختلف خیالات پائے جاتے ہیں، بعض لوگ اسے حلال اور درست سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اسے شراب سمجھتے ہیں اور حرام قرار دیتے ہیں، عام طور پر لوگ اس بارے میں تذبذب کے شکار ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر سے آگاہ کریں کہ اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بیئر (Beer) کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ شراب کی ایک قسم ہے، جو لوگ اس سے پوری طرح واقف ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ شراب ہی ہے، بس فرق اتنا ہے کہ بیئر میں عام شراب کے مقابلہ میں الکحل کی مقدار کم ہوتی ہے، اسی لئے جو لوگ نشہ کے عادی نہیں ہوتے ہیں ان کی کیفیت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے، اور جو اس کے عادی ہوتے ہیں ان پر نشہ کی مقدار میں پتے ہیں، بہرحال یہ ایک نشہ آور چیز ہے، خواہ کم استعمال کی جائے یا زیادہ ہر حال میں یہ حرام ہے، حدیث میں آتا ہے "جس شئے کی کثیر مقدار نشہ کا باعث ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے": "ما أسكر كثيره فقليله حرام" (سنن أبي داؤد، باب ماجاء في السكر)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جو چیز کثیر مقدار میں استعمال کرنے سے نشہ پیدا کردے تو اس کی معمولی مقدار بھی حرام ہوگی، بیئر (Beer) میں ایسا ہی ہوتا ہے، یہ نشہ آور ہے اس لیے از روئے شرع یہ شراب میں شامل ہے اور اس کا پینا حرام ہے۔

سوال: ایک شخص کی سودی رقم بینک میں پڑی تھی، اس نے ایک غریب لڑکی کی شادی میں یہ رقم دیدی، اب لڑکی کے والد چاہتے ہیں کہ وہ بھی اس شادی کی تقریب اور دعوت طعام میں شریک ہوں، حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اس دعوت میں صرف ہونے والی رقم سودی ہے اور اس کا استعمال ان کے لئے جائز نہیں ہے، کیا ان کے لیے اس دعوت طعام میں شریک ہونا از روئے شرع جائز ہے؟

جواب: سودی رقم مال حرام ہے، اس کا ضرورت مندوں پر صدقہ کردینا واجب ہے، یہ رقم جب ضرورت مند غریب شخص کو دیدی گئی تو اس کے حق میں یہ صدقہ قرار پائی اور صدقہ کا حکم یہ ہے کہ واسطہ آجانے سے مال کا حکم بدل جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اپنی خادمہ حضرت بریرہؓ کے یہاں تشریف لے گئے، وہ گوشت پکا رہی تھیں، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا، لیکن اس میں گوشت نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی، انھوں نے عرض کیا کہ یہ گوشت صدقہ کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے صدقہ ہے لیکن جب تم مجھ کو کھلاؤ تو ہدیہ ہے (صحیح بخاری باب اذا تحولت الصدقۃ)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کردہ اصول کے پیش نظر اگر کسی غریب اور مستحق شخص کو سود کی رقم دیدی جائے اور وہ اس سے دعوت کا اہتمام کرکے دوسروں کو کھلائے تو اس کی گنجائش ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں شخص مذکور کے لئے اس دعوت میں شرکت کرنا اور کھانا درست ہے، لیکن احتیاط یہ ہے کہ رقم دینے والا خود نہ کھائے۔

سوال: زید ایک سرکاری سروس میں ہے، سرکاری قانون کے مطابق وہ اپنی تنخواہ سے کچھ رقم جنرل پراویڈنٹ فنڈ (G.P.F.) میں اور کچھ پبلک پراویڈنٹ فنڈ (P.P.F.) میں کٹاتا ہے، اس پر اسے زائد رقم ریٹائرمنٹ کے وقت ملے گی، اور یہ زائد رقم شرح سود سالانہ کی وجہ سے، یہ زائد رقم لینا کیا اسلامی شرع کے نقطۂ نظر سے جائز ہے؟

جواب: وہ فنڈ جو اختیاری نہ ہو یعنی حکومت یا کمپنی ملازم کی مرضی کے بغیر کاٹ لیتی ہے اور فنڈ میں جمع کردیتی ہے جیسا کہ G.P.F. میں ہوتا ہے اس میں لوگ اپنے اختیار سے رقم جمع کرتے ہیں، اس پر جو زائد رقم ملے گی وہ شرعاً سود ہے اور حرام ہے، اس کا مصرف صرف ضرورتمند لوگ ہیں، ان پر یہ رقم بلانیت ثواب صدقہ کردینا واجب ہے۔

سوال: موجودہ خرید وفروخت کی دنیا میں یہ شکل رائج ہو رہی ہے کہ کسی سامان کے لیے ایک متعین مدت پر خریداروں سے قسط وار قیمت جمع کروائی جاتی ہے اور ہر قسط کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے جس کے ادا کرنے کے بعد قرعہ اندازی کی جاتی ہے جس خریدار کا نام نکل آتا ہے اس کو وہ سامان نقد دے دیا جاتا ہے اور اس سے مزید کسی قسط کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ادا کردہ قسط کو کافی سمجھا جاتا ہے، خواہ ایک ہو یا اس سے زائد اور بقیہ لوگ اپنی اقساط جمع کرتے رہتے ہیں، اس طرح ہر مرتبہ کی قرعہ اندازی سے ایک آدمی جس کا نام قرعہ اندازی میں نکلا ہے مال حاصل کرکے معاملہ سے الگ اور باہر ہو جاتا ہے، اس معاملہ کے بارے میں شریعت اسلامی کیا کہتی ہے؟

جواب: خریداروں سے قسط جمع کرانا اور ہر قسط پر قرعہ اندازی کے ذریعہ جس کا نام نکل آئے اسکو سامان نقد دینا، پھر تیسری مرتبہ تمام خریداروں سے قسط جمع کرا کے قرعہ اندازی کے ذریعہ انعام دینا، اسطرح ہر خریدار کو باری باری سے قرعہ اندازی کے ذریعہ سامان اور جس کا نام قرعہ اندازی میں آجائے اس سے مزید قسطیں جمع کرانا کھلا ہوا قمار اور جوا ہے جو شرعاً حرام ہے۔

☆☆☆☆☆☆

حقوق وآداب

مہمان کے حقوق وآداب

خالد فیصل ندوی

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ: ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾ (ذاریات: ۲۴-۲۷)

ترجمہ: (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ ﷺ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا اور حضرت ابراہیمؑ نے سلام کا جواب دیا (اور دل میں کہا کہ) یہ تو اجنبی لوگ (معلوم ہوتے) ہیں، پھر وہ (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور (ان مہمانوں کے لئے) ایک فربہ بچھڑے (کا بھنا ہوا گوشت) لائے اور اس کو ان کے سامنے پیش فرمایا پھر وہ ان سے بولے کہ آپ لوگ کھاتے نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی، مختلف مخلوقات سے اس کو سجایا اور سنوارا ہے اور تمام مخلوقات میں بنو آدم کو اشرف اور افضل قرار دیا ہے اور ان کے اندر انس ومحبت، ربط وتعلق، وحدت واتحاد، تعاون وہمدردی اور ایثار وترجیح وغیرہ کے نیک جذبات ودیعت فرمائے ہیں اور دین اسلام نے ان انسانی خاصیات میں مزید مؤثر ترغیب دے کر ان کو بڑا استحکام بخشا ہے، ان خاصیات کی بڑی فضیلت احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے چنانچہ ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے انس ومحبت کو تمام خیر وخوبی کی اصل قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مومن سراپا الفت ومحبت ہے، اور اس آدمی میں سرے سے کوئی خیر وخوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔" (مشکوۃ) ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے مزید فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور میری خوشنودی چاہنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں"۔ اسی طرح ان انسانی خاصیات کے اسباب اور ذرائع اختیار کئے جانے کی بڑی تاکید اور ترغیب آپ ﷺ نے مختلف احادیث مبارکہ میں امتِ مسلمہ کو دی ہے، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے نہایت ہی جامع انداز میں فرمایا ہے کہ "ایک مسلمان اگر سلام کرے تو سلام کا جواب دو، (۲) دعوت کرے تو اسے قبول کرو (۳) بیمار ہو جائے تو اسکی عیادت کرو (۴) چھینک آئے تو جواب میں "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہو (۵) اس کے مرنے پر جنازہ میں شرکت کرو (۶) اور اس کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرو" (ترمذی)

مذکورہ بالا انسانی خاصیات کے چھ اسباب وذرائع میں سے ایک اہم اور مؤثر وسیلہ وذریعہ دعوت وضیافت بھی ہے، درحقیقت مہمان نوازی دنیا کی معاشرتی ضروریات میں سے بہت ہی اہم ضرورت ہے بلکہ یہ انسانی فریضہ ہے اور حضرات انبیاء کرام کی سنت ہے اور دین اسلام میں اسکی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ قرآن کریم کی چند سورتوں (ھود/ ۷۸، حجر/ ۵۱، کہف/ ۷۷ اور ذاریات/ ۲۴-۲۷) میں مختلف اسلوب میں الگ الگ مضامین کے تحت ضیافت ومہمانی کا ذکر موجود ہے نیز احادیث مبارکہ میں بھی بہت تفصیل کے ساتھ مہمان اور مہمان نوازی کی فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ مہمان تحفۂ الٰہی ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تحفہ بھیجتے ہیں، آپ ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تحفہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (وہ تحفہ) مہمان ہیں۔" (کنز العمال) مہمان سراپا خیر وبرکت اور مغفرت وبخشش ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ "مہمان لوگوں کے یہاں اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو گھر والوں کی مغفرت کرا کر جاتا ہے" (دیلمی) اسی طرح مہمان گھروں میں فرشتوں کی آمد اور ان کی دعائے رحمت کے موجب ہیں ایک حدیث میں ہے کہ "جس گھر میں مہمان نہیں آتے تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے بھی داخل نہیں ہوتے ہیں"۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "تم میں سے ہر ایک میزبان کے لئے فرشتے برابر دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، جب تک کہ دسترخوان، مہمان کے سامنے بچھا رہے یہاں تک کہ دسترخوان اٹھالیا جائے" (طبرانی) فی الواقع ضیافت ومہمانی سراسر خیر وبھلائی کی پہچان ہے اور مہمان نوازی سے محرومی میں سارے خیر سے محرومی کا امکان ہے، ایک حدیث میں ہے کہ "اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں ہے جو مہمان نواز نہ ہو"۔ (احمد وبیہقی) یہ بات قابل ذکر ہے کہ مہمان کی خاطر تواضع کی مدت تین دن ہے، پہلا دن خصوصی اہتمام وتکلف کا ہے اسلئے پہلے دن ہر مومن کو انتہائی خوش دلی اور پورے شوق ورغبت کے ساتھ مہمان کی ضیافت کرنی چاہئے، بقیہ دو دن بھی اہتمام وتکلف کے مستحق ہیں لیکن اگر اہتمام نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے

کہ: ''جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، انھیں اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کرنی چاہیئے مہمان کے انعام (اہتمام اور تکلف والے کھانے) کا موقع پہلا دن و رات ہے اور مہمان نوازی تین دن اور تین رات ہے، اس کے بعد میزبان جو کچھ کرے، اس کے لئے صدقہ ہوگا''۔ (بخاری و مسلم) الغرض مہمان بڑے ہی عزت والے اور بہت ہی خیر و برکت پہنچانے والے ہیں اسلئے اسلامی شریعت نے ان کے کچھ حقوق امت مسلمہ پر عائد کئے ہیں، ایک لمبی حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''تم پر تمہارے مہمانوں کا بھی حق ہے'' (بخاری) اسی طرح دیگر احادیث مبارکہ میں مہمان کے مختلف حقوق بیان ہوئے ہیں، ان میں سے قابل ذکر دو حقوق درج ذیل ہیں،

ہم مسلمانوں پر مہمان کا پہلا حق یہ ہے کہ ان کی آمد پر ان کا شایان شان استقبال کیا جائے، مسرت و شادمانی، تعظیم و تکریم اور محبت و الفت کا اظہار کیا جائے، کیوں کہ قرآن کریم کی سورہ ذاریات (آیت ۲۴-۲۷) میں بیان کردہ واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی آمد اور ان کے سلام کرنے پر والہانہ انداز میں استقبال کیا جائے اور ان کے سلام کا نہایت زوردار انداز میں جواب دیا جائے اور تہہ دل سے ان کی تعظیم و تکریم کی جائے اور نہایت ہی نرمی اور ملائمت کے ساتھ ان سے بات کی جائے، کیوں کہ مہمان قابل عزت و عظمت ہوا کرتے ہیں، اسی طرح احادیث مبارکہ میں مہمان کی تکریم کی بڑی ترغیب اور تاکید آتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ مہمان کا اکرام ایمان کامل کی پہچان ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر کامل ایمان رکھتے ہوں انھیں اپنے مہمان کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے۔ (بخاری و مسلم) اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ہم اہل ایمان کو واضح حکم دیا ہے کہ ''جب تمہارے پاس تمہاری زیارت کرنے والا (مہمان) آئے تو تم لوگ ان کا اکرام کرو'' (اتحاف السادۃ) اسی طرح اگر معزز مہمان آئیں تو ان کی شایانِ شان تعظیم کرنی چاہیئے، ایک حدیث میں ہے کہ ''جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز مہمان آئے تو تم لوگ ان کا اکرام کرو'' (ابوداؤد، ابن ماجہ) نیز اکرام مسلم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا موجب ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ''جو اپنے مومن بھائی کا اکرام کرے تو گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کی''۔ (ترغیب) مہمان کے اکرام کا تقاضا ہے کہ مہمان کی ذرہ برابر ناقدری نہ کی جائے، ان کی عزت نفس کا پورا پورا خیال رکھا جائے اور ان کی عزت و آبرو پر کوئی آنچ نہ آنے دی جائے اور کسی بھی حال میں ذلیل و خوار نہ کیا جائے، کیوں کہ مہمان کی بے عزتی میں میزبان کی بے عزتی ہے۔

مہمان کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ میزبان اپنی استطاعت کے مطابق، خوب اہتمام و تکلف کے ساتھ ان کو کھلائے اور پلائے، ان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ چھوڑے، کیوں کہ مہمان کی ضیافت بہت ہی اجر و ثواب والا کام ہے ایک حدیث میں ہے کہ ''جس گھر میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر (رزق، برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جتنی تیزی سے چھری بھی اونٹ کے کوہان کی طرف نہیں پہنچتی'' (ابن ماجہ) اسی طرح دیگر احادیث مبارکہ میں ضیافت کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ''مہمان نوازی انسان کے سب سے افضل اور بہتر ہونے کی دلیل و پہچان ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو (عام لوگوں، خاص کر مہمانوں کو عمدہ) کھانا کھلائے''۔ (احمد و حاکم) نیز مہمان نوازی جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے، آپ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو بندہ اپنے (مہمان) بھائی کو پیٹ بھر روٹی کھلائے اور جی بھر کر پانی پلادے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ اور جہنم کے درمیان سات خندقوں (گڈھوں) کا فاصلہ پیدا فرمادیں گے اور ہر دو خندق کے درمیان سات سو سال کی مسافت ہوگی''۔ (بیہقی، نسائی)

مہمان نوازی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خاص طور پر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور حضرات صحابۂ کرامؓ اور اسلاف کرامؒ کا مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے چنانچہ قرآن مجید کے بیان کردہ قصہ میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معزز مہمانوں کے سامنے، نہایت ہی فربہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت پیش فرمایا اور نہایت ہی عمدہ اسلوب میں کھانے کی دعوت دی، قرآن کریم نے اس قصہ کے ذریعہ ہم امتِ مسلمہ کو مہمان کی ضیافت کا بہترین درس دیا ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا مثالی نمونہ ایک حدیث میں بیان ہوا ہے کہ: ''حضرت ابراہیمؑ جب کھانا تناول فرمانے کا ارادہ کرتے تو ایک دو میل تک اپنے ساتھ کھانے والے مہمان کی تلاش میں نکل جاتے تھے''۔ (اتحاف السادۃ)

اسی طرح حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت زیادہ مہمان نواز تھے، نہایت فراخ دلی سے مہمان کی ضیافت فرمایا کرتے تھے، اصحاب صفہ کے دس دس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے جایا کرتے تھے، نیز مہمان نوازی کے لئے بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے کہ یہاں تک اگر مہمان کی آمد پر آپ کے یہاں کچھ نہ ہوتا تو آپ قرض لے کر مہمان کی خاطر تواضع فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کے خادم حضرت ابورافعؓ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے یہاں ایک مہمان آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے یہاں ایک مہمان آگیا ہے، تھوڑا آٹا ادھار دیدے، رجب کے مہینے میں ادا کر دیا جائے گا، اس یہودی نے کہا کہ جب تک کوئی چیز رہن کے طور پر نہ رکھو گے، میں آٹا ادھار نہیں دوں گا، میں نے آپ ﷺ کو یہودی کی اس شرط کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی

قسم! میں آسمان میں بھی امانت دار ہوں اور زمین میں بھی امانت دار ہوں، اگر وہ یہودی بغیر رھن (ضمانت) آٹا ادھار دے دیتا تو میں اسکو ادا کر دیتا، میری زرہ لے جاؤ اور اس کو بطور رہن اس کے پاس رکھ دو''۔ (اتحاف السادۃ) اسی طرح آپ ﷺ مہمان کی خاطر مدارات میں مسلم و کافر کا بھی امتیاز نہیں فرماتے تھے بلکہ مہمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے اور ان کی ضیافت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے اور اس کو اصرار کر کے کھلاتے پلاتے چنانچہ آپ ﷺ کے یہاں ایک مرتبہ ایک کافر مہمان ہوا، آپ ﷺ نے ایک بکری کا دودھ اسے پلایا، وہ سارے کا سارا دودھ پی گیا، آپ ﷺ نے دوسری بکری منگوائی وہ بھی کافی نہ ہوئی، غرض سات بکریوں تک نوبت پہنچ گئی لیکن جب تک وہ سیر نہ ہوگیا، آپ ﷺ اس کو پلاتے چلے گئے۔ (مسلم) اسی طرح آپ ﷺ اپنے مہمانوں کی بذات خود ضیافت اور خدمت کیا کرتے تھے، حضرت نجاشیؓ کے وفد کی آپ ﷺ نے بڑی مثالی خدمت کی، آپ ﷺ کا یہ عمل ہم تمام کے لئے بہترین اسوہ و نمونہ ہے، حضرت ابوقتادہؓ نے بیان کیا ہے کہ: ''حضرت نجاشی کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ بذات خود وفد والوں کی میزبانی کے فرائض انجام دینے لگے تو حضرات صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کہ (ان کی خدمت کے لئے) ہم لوگ کافی ہیں، آپ ﷺ زحمت نہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''ہرگز نہیں! ان لوگوں نے میرے مہاجر صحابہ کی خدمت کی ہے اسلئے میں بھی خود ان کی خدمت اور مدارات کر کے ان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں''۔ (اتحاف السادۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نقش قدم پر چلنے والے حضرات صحابۂ کرامؓ کے نزدیک بھی مہمان نوازی بہت ہی زیادہ محبوب اور پسندیدہ عمل ہے چنانچہ حضرات صحابہؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''کھانے پر جمع ہونا، مکارم (بہترین) اخلاق میں سے ہے''۔

نیز حضرات صحابہ کرامؓ قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے جمع ہوتے تو کچھ نوش فرمائے بغیر مجلس برخاست نہیں ہوتی تھی، اور حضرت علیؓ کے بارے منقول ہے کہ ان کو مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول کرنا بہت محبوب تھا اور ان سے مروی اثر میں ہے کہ ''ایک صاع کے کھانے پر دوست واحباب کو (مہمانوں کو) جمع کرنا، مجھے ایک غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اتحاف السادۃ) اسی طرح اسلاف بھی مہمانوں کی بڑی پر تکلف مہمان نوازی کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ کیوں کہ مہمانوں کی خاطر تواضع میں استطاعت کے مطابق زیادہ سے زیادہ اہتمام اور تکلف کرنا مستحسن عمل ہے اور مہمانوں کی ضیافت میں اہتمام و تکلف پر مؤاخذہ (گرفت) نہیں ہے چنانچہ حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ ''ہر وہ (نفقہ)، جو انسان اپنے آپ پر، اپنے والدین پر اور دیگر زیر کفالت لوگوں پر خرچ کرتا ہے، سب پر یقینی طور پر سخت حساب لیا جائے گا لیکن مہمان کی ضیافت میں تکلفات پر محاسبہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کو اس سلسلہ میں باز پرس کرنے پر شرم آئے گی۔ (احیاء علوم الدین) مہمانوں کے ساتھ زیادہ کھانے پر بھی کوئی گرفت نہیں ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ ''تین قسم کے کھانوں (سحری، افطار اور مہمان کے ساتھ کھانا) پر بندوں سے حساب نہ ہوگا''۔ (ایضاً) اسی بنا پر بعض اسلاف مہمانوں کے ساتھ زیادہ کھانا تناول فرمایا کرتے تھے حالانکہ یہ اسلاف جب تنہا کھانا نوش فرماتے تو بہت کم کھایا کرتے تھے (ایضاً) اور مہمانوں کے اکرام میں دسترخوان پر مہمانوں کی گنجائش سے زیادہ کھانا لگانا بھی فائدہ والا عمل ہے اور بچے ہوئے کھانے کے استعمال میں بڑی برکت کا امکان ہے، یک حدیث میں ہے کہ ''جب مہمان کھانے سے ہاتھ روک لیں تو مہمانوں کے بچے ہوئے کھانے، کھانے والوں کا محاسبہ نہیں ہوگا''۔ (ایضاً) نیز حضرت ابوایوب انصاریؓ آپ ﷺ کے بچے ہوئے کھانے میں آپ ﷺ کی انگلیوں کے نشان ڈھونڈھتے تھے اور برکت کے حصول کے لئے اسی جگہ سے تناول فرماتے تھے۔

مہمانوں کے ان دو اہم حقوق کے علاوہ اور بھی کئی حقوق ہیں۔ ان میں سرفہرست ایثار و ترجیح ہے، نیز ان سے اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے خیر و برکت کی درخواست کرنا بھی پسندیدہ عمل ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن بسرؓ کہتے ہیں کہ ''حضرت نبی کریم ﷺ میرے والد کے یہاں مہمان ہوئے، ہم نے آپ ﷺ کے سامنے ''ہریسہ'' پیش کیا، آپ ﷺ نے تھوڑا سا تناول فرمایا، پھر ہم نے کھجوریں پیش کیں، آپ ﷺ کھجوریں کھاتے تھے اور گٹھلیاں شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں پکڑ پکڑ کر پھینکتے جاتے تھے، پھر پینے کے لئے کچھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے نوش فرمایا۔ جب آپ ﷺ تشریف لے جانے لگے تو والد محترم نے آپ ﷺ کی سواری کی لگام پکڑلی اور درخواست کی کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا فرمائیں اور آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! تو نے ان کو جو رزق دیا ہے، اس میں برکت فرما، ان کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔'' (ترمذی)

مہمانوں کے ان مذکورہ حقوق کی طرح ہی مہمانوں کے لئے بھی کچھ آداب و واجبات ہیں جن کو شریعت نے مہمانوں پر عائد کیا ہے، ان کے پاس ولحاظ کرنے میں مہمان اور میزبان دونوں کے لئے بڑے فوائد ہیں ان آداب میں اپنے (مومن) بھائی کی دعوت قبول کرنا، حاضری کے وقت سلام و اجازت طلب کرنا، کھانے کے بعد میزبان کے لئے دعائے خیر کرنا اور واپسی کے وقت خوش دلی اور خوش زبانی کا اظہار کرنا اہم ترین آداب ہیں، کتاب و سنت میں ان آداب اور اخلاق کی بڑی تفصیل موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

امریکہ میں سالانہ دو لاکھ افراد کا قبول اسلام

مشہور امریکی میگزین ''نیویارک ٹائمز'' نے یہ انکشاف کیا ہے کہ مذہب اسلام امریکہ کے باشندوں میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے اور مختلف قبائل وممالک سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے سابقہ ادیان سے اسلام کی طرف منتقل ہو رہے ہیں، ان اسلام قبول کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد اسپین، ماسکو وغیرہ کے تارکین وطن کی ہوتی ہے، یہ لوگ امریکی ریاست ''نیوجرسی'' میں رہتے ہیں، اس صوبہ میں ان کی آبادی تقریباً ۳۵ فیصد ہے۔

میگزین نے مزید لکھا ہے کہ زیادہ تر نومسلموں کا تعلق اسپین سے ہوتا ہے، اور ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جن کے آباء واجداد اسپین میں مسلمان تھے، بعض رپورٹوں سے یہاں تک اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ میں اسپینی نژاد دو لاکھ افراد سالانہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔

گذشتہ دہائی میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ

ایک نئی تحقیق نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ پچھلے دس برسوں میں برطانیہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے ایک مشہور برطانوی اخبار میں شائع رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ایک لاکھ تک پہونچ گئی ہے، جب کہ ہر سال پانچ ہزار افراد آغوش اسلام میں پناہ لے رہے ہیں۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ میں نو مسلموں کا پتہ لگانا بہت مشکل کام ہے اس لیے کہ سرکاری رپورٹ میں اس کا فرق نہیں کیا جاتا کہ کس نے نیا اسلام قبول کیا ہے اور کون آبائی مسلمان ہے، حالاں کہ پرانی تعداد ۱۴ر سے ۲۵ر ہزار کے مابین بتائی جاتی ہے۔

اخبار نے رپورٹ تیار کرنے والی کمیٹی کے ذمہ دار کے حوالہ سے اس تیزی سے برطانوی افراد کے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ: مجھے خود اس بات پر حیرت ہے کہ لوگ اس قدر دین اسلام میں کیوں داخل ہو رہے ہیں، اور ہر حلقہ کے افراد ہوتے ہیں، اور ہر شخص اسلام کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے، بعض مطالعہ کرنے کے بعد اپنی حالت پر قائم رہتے ہیں اور بعض اسکا اعلان کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اخبار نے کمیٹی کے سربراہ کی یہ بات بھی نقل کی ہے کہ ہر ۶ برطانوی افراد میں ایک فرد اسلام قبول کر رہا ہے اور کہا کہ دین اسلام سب سے کامل دین ہے اور برطانیہ کی بہت ساری تنظیمیں اور طلبہ کی انجمنیں اپنے اپنے طور پر اسلام کے تعلق سے غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے مختلف پروگرام منعقد کرتی رہتی ہیں، اور اس کا بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔

مصر و تیونس کے انقلاب

عالم اسلام کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے ایک سو کے قریب ممتاز علمائے کرام نے مصر اور تیونس میں آنے والے انقلاب کی حمایت کی ہے، یہ انقلاب عالم اسلام کے عروج کے ساتھ ظلم واستبداد کے خاتمے اور قوموں کو دبائے رکھنے کی سیاست کے اختتام کی نوید ثابت ہوگا۔ مرکز اطلاعات فلسطین کے مطابق علماء کے طرف سے ایک مشترکہ بیان میں کہا گیا ہے کہ: ''حسنی مبارک اور زین العابدین بن علی نے اپنے ممالک میں اسلامی شریعت کا مذاق اڑایا، اپنے عوام کو ذلت ورسوائی سے دوچار کیا، قومی دولت پر قبضہ کر کے عوام کو غربت کے دلدل میں دھکیلا۔ انتظامی، مالیاتی اور سیاسی شعبوں میں پرلے درجے کی بدعنوانی کی اور مخالفین کو جیلوں میں ڈال کر ان کے ساتھ سفاکانہ سلوک روا رکھا گیا۔''

یورپی یہودی اسرائیل کا تحفظ کریں گے

یورپی ممالک میں موجودہ یہودی آبادکاروں نے اسرائیلی حکومت اور فلسطین میں نو آبادکار یہودیوں کو نسلی دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ عرب ممالک میں بالخصوص مصر اور تیونس میں آئے عوامی انقلابات سے خوف زدہ نہ ہوں۔ یورپی یہودیوں نے صہیونی حکومت کو یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ ان کی مدد کے لئے ہر ممکن کوشش جاری رکھیں گے۔ یہودیوں کی سرکردہ سماجی شخصیات نے متفقہ طور پر فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ایک بیان مین سویڈن، ڈنمارک، برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے اہم ترین صہیونی شخصیات کے دستخط ثبت ہیں۔ اس بیان میں کہا گیا ہے کہ عرب ممالک میں آنے والے انقلابات صہیونی ریاست کے لیے ضرور باعث تشویش ہو سکتے ہیں تاہم اسرائیلیوں کو ان انقلابات پر تشویش نہیں کرنی چاہئے، خیال رہے کہ یورپی یونین سے تعلق رکھنے والے یہودیوں نے یہ تسلی ایک ایسے وقت میں دی ہے جب قابض اسرائیل عرب ممالک بالخصوص مصر اور تیونس میں آنے والے انقلابات سے سخت خوف کا شکار ہے۔

☆☆☆☆☆☆

روداد سفر

بہار و جھارکھنڈ کے مختلف دعوتی پروگرام

محمود حسن حسنی ندوی

پٹنہ اور صادق پور کی یادیں

ہندوستان کی مردم خیز ریاستوں میں ایک نام ریاست بہار کا ہے جس کی دینی، علمی، اصلاحی اور ملی شخصیتیں جگمگاتی رہی ہیں، صرف عظیم آباد، پٹنہ وما حولہ کو لے لیں تب بھی بہار کا اپنے کارناموں اور ملک وملت کے لئے سرفروشانہ قربانیوں میں دوسری ریاستوں سے پلہ بھاری رہے گا، یہ بات راقم یوں ہی نہیں کہہ رہا ہے بلکہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے عظیم آباد کے صرف ایک قصبہ جواب چند گلیوں اور محلوں سے عبارت ہے یعنی صادق پور کے حضرات مجاہدین اور باحمیت وباغیرت اہل ایمان ویقین کی قربانیوں اور ملی ودینی خدمات کو سامنے رکھ کر کہی تھی کہ ملک کے دیگر حصوں کے افراد کی قربانیاں ایک طرف اور صادقین صادق پور کی قربانیاں ایک طرف رکھی جائیں تو حضرات صادقین صادق پور کا پلہ بھاری رہے گا۔

ہمیشہ سے تمنا اور خواہش تھی کہ صادق پور حاضری دی جائے اور وہاں کے بقیہ اسلاف کی زیارت کی جائے یہ حضرات مسلکاً عامل بالحدیث ہیں اور ان کا امارت کا ایک نظام جو تحریک حضرت سید احمد شہیدؒ کے عہد سے شروع ہوا تھا اور حضرت مولانا ولایت علی صادق پوریؒ امیر تھے، وہ مقام کسی حد تک سہی آج بھی باقی ہے، اور اس وقت اس خانوادہ صادق پور کے گل سرسبد مولانا عبدالسمیع جعفری ندوی صادق پوری اس کے امیر ہیں اور اس سلسلہ میں جس میں بیعت وارشاد وسلوک بھی تھا، اپنے والد مولانا عبدالخیر صادق پوری کے جانشیں، خلیفہ ومجاز ہیں۔ انگریزوں نے ان دینی عداوت ونفرت کا اس درجہ اظہار کیا کہ نام ونشاں تک مٹانے کی آخری کوشش کی، اور انتقامی جذبہ سے جو کچھ کیا وہ کسی صاحب نظر کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکتا، لیکن یہ حضرات جادۂ استقامت پر قائم رہے، اور جب ملک آزاد ہوا اور مولانا عبدالخبیر صاحبؒ کو ان کے اسلاف کی قربانیوں کا صلہ دیا جانے لگا تو انہوں نے وصول کرنے سے صاف انکار کر دیا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ صلہ وہیں اور اسی ذات اعلیٰ ارفع سے لینا ہے، مولانا عبدالسمیع جعفری ندوی سے مل کر دل باغ باغ ہو گیا، ان کے مدرسہ، اسپتال اور دیگر خدمات وسرگرمیوں کا بھی مشاہدہ کیا، اور صادق پور کی ان جگہوں کو بھی دیکھا جن کو صادقین صادق پور سے نسبت رہی ہے۔ ان حضرات کی بھی قربانیوں اور خدمت سے واقف ہونے کے لئے راقم کے نانا مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ کی کتاب ''صادقین صادق پور'' کا مطالعہ مفید ہوگا، اس موقع پر واپسی میں مشہور شاعر ڈاکٹر کلیم احمد عاجزؔ کے مکان پر حاضری ہوئی، اور ان کے صاحبزادے جو بڑے ڈاکٹر ہیں، سے ملاقات ہوئی، جناب شیراز الدین، نظار الاسلام ندوی اور بطور رہبر زبیر بھائی، برادرم مصباح احسن ساتھ تھے اور بعض جگہوں پر رہبری مولانا عبدالسمیع جعفری ندوی صادق پوری کے فرزند نے کی۔

عظیم آباد

پھلواری شریف، عظیم آباد پٹنہ کا وہ زرخیز خطہ ہے جہاں کے پھولوں کی خوشبو دور دور تک پہونچتی رہی ہے، خاص طور سے مشائخ پھلواری نے آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو گلہائے عقیدت وفدائیت پیش کئے ہیں، نعتوں کی شکل میں، وہ فارسی ادب اور اردو ادب کا بھی شاہکار ہیں۔ پھلواری شریف میں کئی خانقاہیں ہیں، خانقاہ قادریہ مجیبیہ جس کے بانی حضرت شاہ مجیب اللہ قادریؒ تھے، تاج العارفین کے لقب سے جانے جاتے ہیں، آج اس خانقاہ کے وارث اور موجودہ سجادہ نشین شاہ آیت اللہ قادری ہیں، زیادہ عمر نہیں، راقم سے بھی عمر میں چھوٹے ہیں، تعمیع اوقات سے بہت احتراز کرتے ہیں، نمازوں کا بڑا اہتمام اور خود امامت کرتے ہیں، زیادہ میل جول نہیں رکھتے، گوشہ نشیں، علم ومطالعہ میں مشغول اور اذکار وظائف میں مصروف، پھر بھی ملنے آنے والوں کے لئے وقت نکال ہی لیتے ہیں، ہم لوگ ملے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ امارت شرعیہ میں آرام فرما رہے تھے، اسی قیلولہ کے وقت کو غنیمت جانا، حاضر ہو کر اطلاع کرائی، انہوں نے خیر مقدم کیا تپاک سے ملے، خانقاہ کی خصوصیت بتاتے ہوئے کہا کہ سجادہ نشین کے لئے یہ آداب سجادہ ہیں کہ باہر نہیں نکلا جا سکتا، صرف نماز کے لئے اور حضرت کے مرقد پر حاضری کے لئے، یا پھر جہاد کا وقت آپڑے تو نکلنا پڑے گا۔ برادرم اصطفاء الحسن کاندھلوی بھی ساتھ تھے، میں نے عرض کیا کہ ان کے خاندان واجداد میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ گزرے ہیں، انہوں نے دعوت دین واشاعت اسلام کے لئے تفریغ وقت (باہر نکلنے) کا اضافہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فکر کو اس

قدرتولیت بخشی کہ پورے عالم میں یہ فکر پھیل گئی، انہوں نے میری معروض غور سے سنی لیکن یہ کہا کہ اب اس میں بعض خرابیاں داخل ہوگئیں، خود ہم نے دیکھا اس لئے کہہ رہے ہیں، زبان ودل سے میں نے کہا ان کو سنایا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالہ کے لیے اسی خاندان کے چشم وچراغ مولانا محمد سعد مدظلہ کھڑا کردیا ہے، پھر انہیں خیال آیا کہ کتب خانہ بھی دکھائیں، اس میں عجیب وغریب قدیم وجدید مخطوطات ہیں، حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قادریؒ کے دست مبارک کا تحریر کردہ ''صحیح البخاری'' کا نسخہ اس کتب خانہ کی زینت ہے، اور بھی مخطوطات انہوں نے دکھائے اور ہم سب کا دل باغ باغ ہوگیا، صاحب سجادہ کے پیچھے نماز عصر ادا کی، وہیں محترم حسن عسکری طارق صاحب (مقیم مدینہ منورہ) سے ملاقات ہوئی، ان کی اس خانوادے میں قرابتیں ہیں، قرابت داری میں وہ آئے تھے، محی الدین امام صاحب برادرزادہ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ بھی ان کے ساتھ تھے، وہ حضرت مولانا مدظلہ کے پاس امارت شرعیہ جارہے تھے، مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کے مکان متصل خانقاہ میں بھی ہم لوگ حاضر ہوئے، کوئی مردنہ تھا، بس باہر کمرہ میں تھوڑی دیر بیٹھ کر ان کی یادیں تازہ کرکے روانہ ہوئے، مرقد پر بھی حاضری دی، یہ احساس پیدا ہوا کہ سجدوں کو روکنا چاہئے، جو بھی چیز شرک کی طرف لے جائے، اس سے منع کرنا چاہئے۔ سبحان ثاقب بھٹکل گئے ہوئے تھے، اس لئے اس سفر میں نظارالاسلام مرادآبادی ساتھ تھے۔ طارق صاحب نے ان کی خبر لی کہ تم یہاں کیسے؟ حضرت کے پاس ہونا چاہئے تھا۔ جرم ان کا نہیں تھا، میرا تھا، میں انہیں یہ قدیم خانقاہ دکھانے لے آیا کہ یہاں روحانیت اور علم دونوں سے اشتغال مسلسل رہا ہے۔ مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء گوگھر پر نہیں بیٹھے مگر انہوں نے باہر نکل کر اپنے خاندان کی وراثت علمی ودینی کو ندوی فکر وفیض کے ساتھ تقسیم کیا، اور علمی وادبی دنیا میں ایک بلند مقام پیدا کیا اور مکہ مکرمہ میں مکین ہوئے۔

حضرت مولانا مدظلہ کے اس سفر میں کئی اہم پروگرام ہوئے، امارت شرعیہ کیمپس میں شعبہ تحفیظ القرآن ہال کا افتتاح کیا اور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ''قرآن اس لئے نازل ہوا کہ انسانیت اس کے بتائے ہوئے راہوں پر چلے، تاکہ وہ فوز وفلاح سے ہم کنار ہو''۔ مولانا سید نظام الدین صاحب نے فرمایا کہ: ''یہ امت اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس کے پاس ایک بڑی زندہ کتاب موجود ہے جو دنیا کے کسی اور قوم کے پاس موجود نہیں ہے۔'' حضرت مولانا سید نظام الدین کی رہائش گاہ خلیل پورہ پھلواری شریف میں دانشوروں اور وکلاء کے ایک مجمع کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے فرمایا کہ: ''مسلمان کسی بھی خارجی اور بیرونی سازشوں کے شکار نہ ہوں، بلکہ حقیقت پسندانہ انداز میں مسائل پر غور کریں اور اسلامی فکر وشعور کے ساتھ انہیں حل کریں، انہوں نے کہا کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کو داغدار کرنے کے لئے نت نئے منصوبے بنائے جارہے ہیں، ہمیں ان فتنوں سے ہوشیار رہنا چاہئے، اور داعیانہ کردار ادا کرنا چاہئے''۔ اس جلسہ کو حضرت مولانا نظام الدین، مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری، مفتی سہراب الدین ندوی اور مولانا عبدالواحد ندوی نے بھی خطاب کیا۔

دارالعلوم امارت شرعیہ پھلواری شریف میں بھی حضرت مولانا مدظلہ تشریف لے گئے اور خطاب کیا۔ اس ادارہ کے بانی مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ تھے، سرپرست مولانا سید نظام الدین صاحب ہیں اور ذمہ دار مولانا جنید عالم ندوی قاسمی ہیں، اور وہ شیخ الحدیث بھی ہیں۔ یہ دارالعلوم دیکھ کر بڑی توقعات وابستہ ہوئیں۔

حضرت مولانا مدظلہ نے طلباء کو توجہ دلائی کہ: ''خوب محنت سے دینی تعلیم حاصل کریں اور خاص طور پر عربی زبان میں کمال پیدا کریں، اور اپنے علم واخلاق سے لوگوں تک دین کے پیغام کو پہونچائیں اور افسوس ظاہر کیا کہ غیر مسلموں میں اسلام اور قرآن کا مؤثر انداز سے تعارف نہیں کرایا گیا، اس کمی کو بھی دور کرنا ہے''۔ حضرت مولانا سید نظام الدین نے نصیحت فرماتے ہوئے کہا کہ طارق بن زیاد کی طرح دنیا کی کشتی جلا کر اپنے مقصد کی کامیابی میں لگ جائیں۔

اس سفر کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ بعض ایسے مقامات سے بھی گزرنا ہوا جو بہار کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، جیسے منیر شریف، جس کی نسبت حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی طرف ہے، جن کے وجود مسعود سے بہار میں ایمان ویقین، عشق ومحبت، دردوسوز، علم ومعرفت کی عطر بیز ہوائیں چلیں، اور جام معرفت سے لوگ سیراب ہوئے، عشق مولیٰ سے سرشار ہوئے، گذرا اس وقت ہوا جب برادرم سید ولی حسن قادری کے ولیمہ میں شرکت کے لئے ان کے مقام پر جو ضلع اورنگ آباد میں ہے، جارہے تھے۔ رات انہی کے یہاں گزاری، ان کی ایک بہن کا بھی نکاح تھا جو ان کے عم بزرگوار سید حسن عسکری طارق (مقیم مدینہ منورہ) نے پڑھایا، ان کے والد سید ناطق قادری بڑے خوش ہوئے کہ مولانا سید محمد

واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ، حاجی عبدالرزاق صاحب بھی پہونچ گئے، حضرت مولانا مدظلہ نہیں شریک ہوسکتے تھے کہ ان کے کئی پروگرام تھے، برادرم مفتی مسعود حسن حسنی ندوی (استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء) بھی اس میں شرکت کے لئے آئے، طارق صاحب خود پٹنہ لینے آگئے تھے، رہبری کے لئے اپنے عزیز محی الدین امام (معروف بہ موہن) کو ساتھ لے لیا، انہوں نے ایک عجیب بات سنائی کہ مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کو اپنے خاندانی سلسلہ اور فرنگی محل لکھنؤ کے سلسلہ میں عتیق میاں فرنگی محلی سے اجازت تھی، وہ اجازت موہن بھائی کو جو مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کے بھتیجہ بھی ہیں، لکھ کر دے دی تھیں اس امید پر کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ ان سے کام لے گا۔ وفقہ اللہ تعالیٰ وبارک فیہ۔

صوبہ بہار کا یہ سفر پٹنہ میں رابطہ ادب اسلامی کے پروگرام میں شرکت کی غرض سے کیا گیا تھا، جو متعدد حیثیتوں سے کامیاب رہا، اور امارت شرعیہ کے لوگوں نے کامیاب بنانے میں بڑا حصہ لیا، مولانا نظام الدین صاحب نے پوری سرپرستی فرمائی، ڈاکٹر سرور عالم ندوی اور ڈاکٹر عتیق الرحمٰن جو پٹنہ شاخ کے ذمہ دار ہیں، پیش پیش رہے۔ لکھنؤ شہر سے جناب شیراز الدین اور برادر عزیز مولانا اصطفاء الحسن ندوی شرکت کے لئے آئے، ان کا آنا ہم لوگوں کی واپسی میں اس طور پر بڑا مفید رہا کہ واپسی میں صرف دو ٹکٹ ہم لوگوں کے کنفرم تھے، اور ہم سات لوگ تھے۔ حضرت اور باقی دوسرے چھ لوگ اور پھر ان دونوں کے ٹکٹ کنفرم تھے، شیراز بھائی اور مولوی اصطفاء نے ایثار سے کام لیا اور مولانا واضح رشید حسنی ندوی اور شاہد حسین صاحب کو سیٹ دے دی، باقی ہم لوگ یہ دونوں گیٹ کے پاس رہے، اور اللہ نے خیر وعافیت سے لکھنؤ وقت پر پہونچا دیا۔

رانچی اور گورکھپور کے پروگرام

دینی تعلیمی کونسل کے قیام وتاسیس کے پچاس سال ہونے پر ۲۹/دسمبر ۲۰۱۰ء گورکھپور میں ایک روزہ دینی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا، تاریخ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر دینی تعلیمی کونسل نے دی تھی لیکن جس دن انہیں سفر کرنا تھا اسی روز ان کی طبیعت کچھ اس طرح ناساز ہوئی کہ دوقریبی تعلق والے اسی روز وفات پاگئے۔ فخر الدین منا صاحب جو ندوہ کے قریب مولوی گنج میں رہتے تھے تبلیغی جماعت سے جڑے ہوئے تھے، اور کئی حج بھی کرچکے تھے، اہل اللہ، علماء اور اہل تبلیغ کی خدمت میں حاضری کو اپنے لئے بڑی سعادت جانتے تھے، ادھر چند سالوں سے حضرت مولانا مدظلہ سے تعلق زیادہ بڑھ گیا تھا، خود بھی آتے، اپنے صاحبزادگان کو بھی لاتے، طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور وفات پاگئے۔ دوسرا حادثہ وفات زاہد صاحب کا تھا جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مکتبہ کلیۃ الشریعہ واصول الدین کے دفتر میں ملازم تھے اور ایک شریف انسان تھے، محلہ کی مسجد میں ہر سال آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے۔

آخر حضرت مولانا کا خطبہ صدارت لے کر مجھے جانا ہوا، گورکھپور والوں نے بڑا انتظام کر رکھا تھا، اور صبح استقبال کے لئے گھوڑے گاڑیوں کے شایان شان استقبال کے لئے اسٹیشن پر لوگ جمع تھے، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کو سبھوں نے خوش آمدید کہا، وہ آل انڈیا دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر بھی ہیں، ان کے داماد مولوی عبداللہ مخدومی ندوی اور دوسرے داماد ڈاکٹر جنید قریشی ندوی (فرزند ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشیؒ) اور راقم الحروف ساتھ تھے، ڈاکٹر عزیز احمد صاحب نے جو ایک اہم ملی اور سیاسی شخصیت ہیں اور علاقائی دینی تعلیمی کونسل کے ذمہ داروں میں ہیں، اپنا مہمان بنایا۔ ''روزنامہ راشٹریہ سہارا'' نے بھی اچھا استقبال کیا، آج کے شمارے میں دینی تعلیمی کونسل اور اس کے سابق وحال ذمہ داران کے تعارف پر اہم مضامین تھے۔ ایک اہم مضمون مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ پر برادر محترم طارق شفیق ندوی کا تھا، خطبۂ صدارت اجلاس عام میں پڑھا جانا تھا، یہ خدمت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کے ایماء پر راقم نے انجام دی، خصوصی نشست صبح تھی، جس میں راقم کو بھی خطاب کی دعوت دی گئی، دونوں نشستوں میں صدارتی خطاب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کا ہوا، جس میں انہوں نے اس وقت کے سب سے اہم اور بنیادی کام نئی نسل کے دین وایمان اور عقیدہ کی حفاظت کا قرار دیتے ہوئے کہا کہ نئی نسل کو ارتداد سے بچانا یہ ہم سب کا اولین فریضہ ہے، اور جو بھی چیز اس میں حائل ہو خواہ تجارت ہو، زراعت ہو، باغبانی ہو، ملازمت ہو، یا اور کوئی مشغولیت، اس کو چھوڑنا ہوگا لیکن اس کام کو جو جگہ جگہ مکاتب دینیہ کے قیام کا ہے، نہیں چھوڑنا ہوگا

مولانا نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد واحفاد واسباط کو جو عقیدہ اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی بابت وصیت فرمائی تھی وہ یاد دلا کر آیت کریمہ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی۔

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل نے آزادیٔ ہند سے اب تک کا تعلیمی جائزہ پیش کیا، اور دینی تعلیمی کونسل کے کاموں سے واقف کرایا، جناب ظفر یاب جیلانی ایڈوکیٹ نے افتتاحی تقریر کی۔

جہاد کھنڈ میں دارالقضاء

تین ہفتوں کے بعد جھارکھنڈ کا پروگرام تھا، جو

پٹنہ بہار کے گزشتہ سفر میں طے ہوا تھا، ہزاری باغ اور چتر پور میں دارالقضاء کے قیام اور قاضی مقرر کئے جانے کی مناسبت تھی، حضرت امیر شریعت نے حضرت صدر مسلم پرسنل لا بورڈ کی زیر سرپرستی ایک پروگرام طے کیا، اور رانچی میں پیام انسانیت کا ایک پروگرام "تعمیر انسانیت" کے نام سے طے پایا، جس کے لئے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کا عملہ کئی دنوں پہلے سے بڑا ہی سرگرم رہا، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مفتی سہراب ندوی خاص طور پر دوروں کے لئے نکل گئے تھے، پروگرام کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے خال محترم مولانا بلال حسنی ندوی کو بھی ہمراہ لیا اور جمعہ ۲۱ر جنوری کو رائے بریلی سے یہ قافلہ بوکارو (جھارکھنڈ) کے لئے روانہ ہوا، جہاں سے اگلے روز سحر کے وقت چتر پور ضلع رام گڑھ یہ حضرات پہونچے، حضرت مولانا مدظلہ کو تکان زیادہ ہوگیا تھا، پھر بھی جلسہ کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے افتتاحی اجلاس کو خطاب بھی کیا، چنانچہ آپ نے فرمایا:

"آج ہمارے سماج میں جو اضطراب اور بے چینی ہے، اس کا واحد وجہ ہماری شریعت سے عملی دوری ہے، اگر ہم اپنی شریعت پر انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عمل شروع کردیں تو نہ صرف معاشرہ کا کرب اور اس کی پریشانی دور ہوگی، بلکہ دوسروں کو شریعت اسلامی میں مداخلت کی جرأت بھی نہیں ہوگی"۔

اور فرمایا کہ: "ملت اسلامیہ ہمیشہ رہنے والی ملت ہے، اور اس کو جو شریعت ملی ہے اس کو بھی قیامت تک باقی رہنا ہے، اس لئے اس شریعت کا تحفظ ملت کی بنیادی اور اساسی ذمہ داری ہے، تاہم ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت کا تحفظ عمل سے ممکن ہے"۔ مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت نے امارت شرعیہ کا کام اور پیغام بتاتے ہوئے کہا کہ: "اسلام ہم سے ایک صالح معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے جس میں کسی کو بھی اللہ کے حکم سے بغاوت کی جرأت نہ ہو، امارت شرعیہ اسلام کے اس تقاضہ کو پورا کرنے کی جدوجہد کا کام ہے"۔ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد قاسم مظفر پوری، مولانا بلال حسنی ندوی، مفتی ثناء الہدیٰ اور مفتی سہراب ندوی وغیرہ نے بھی خطاب کیا۔

جلسہ تعمیر انسانیت رانچی

۲۳ر جنوری کو رانچی کے انجمن پلازہ ہال میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام منعقد عظیم جلسہ تعمیر انسانیت میں حضرت مولانا مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"مسلمان اس زمین میں رحمت بنا کر پیدا کیا گیا ہے جس طرح اس کے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت بنا کر مبعوث کئے گئے تھے، اس لئے اس عظیم پیغمبر سے نسبت رکھنے والی قوم کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو محبت، ہمدردی اور رحمت کا نمونہ بنائے۔ آج مادیت کی ترقی کو انسانوں کی ترقی کا نام دیا جارہا ہے جبکہ انسان کی اصل ترقی جوہر انسانیت کے فروغ میں ہے، سچا انسان اور کامل مسلمان وہی ہے جو دوسرے انسانوں کے کام آتا ہو، جو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی جینے اور کچھ کرنے کا جذبہ رکھتا ہو، اور انسان کی یہی خوبی اس کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے"۔

امیر شریعت مولانا سید نظام الدین نے بڑے پردرد انداز میں کہا کہ: "مسلمان بحیثیت خیر امت دنیا میں خیر کو پھیلانے اور شر کو مٹانے کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے، عالم انسانی کی تقدیر اس کے وجود سے وابستہ ہے، آج اگر اس کے ہوتے ہوئے انسانی دنیا خیر سے محروم ہوتی ہے تو ملت کے افراد خدا کی عدالت میں جواب دہی سے نہیں بچ سکتے"۔

جلسہ کو مولانا محمد قاسم مظفر پوری، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مفتی محمد سہراب ندوی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا بلال حسنی ندوی اور دیگر حضرات نے بھی خطاب کیا۔

صرف ڈیڑھ دن ان دونوں مقامات پر حضرت مولانا مدظلہ اور ان کے رفقاء کا قیام رہا۔ مولانا بلال حسنی ندوی کو فلائٹ سے دہلی پہونچنا تھا، وہاں سنٹرل حج کمیٹی کی نشست تھی، وہ دہلی گئے، اور رات کو حضرت مولانا مدظلہ، مولانا واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ، حاجی عبدالرزاق صاحب، شاہد حسین صاحب، ان کے بھائی شہزاد خان اور برادرم سید سحبان ثاقب بھٹکلی ندوی لکھنؤ واپس ہوئے، ارادہ تھا کہ رائے بریلی سے ٹرین گزر رہی ہے، یہاں سے قافلہ کے ساتھ میں بھی ہولوں گا کہ لکھنؤ میں حضرت مولانا مدظلہ سے قدیم محبانہ تعلق والا گھرانہ علیم احمد صدیقی مرحوم اور محمد ادیب صاحب (ممبر پارلیمنٹ) کا ہے۔ علیم مرحوم کے بیٹے یوسف عظیم صدیقی (مقیم دبئی) کا ولیمہ تھا، اس میں شرکت ہوجائے گی، لیکن ٹرین چھوٹ گئی اور مجھے بس سے لکھنؤ جانا پڑا، مولانا نیاز احمد ندوی نے ٹرین پر حضرت کو گھر سے لاکر چائے پیش کی، اور پرتاب گڑھ اسٹیشن پر عبدالمعید صاحب وغیرہ نے ناشتہ دیا تھا، عزیزان سعد، احمد، عبدالحی، محمد احمد (سب گھر کے بچے) اور برادرم معاذ حسنی بھی پہونچے تھے مگر ملاقات نہ کرسکے اور ٹرین چل دی۔ اس طرح خیریت وخوبی کے ساتھ یہ سفر تمام ہوا، اور جانا بڑا مفید ثابت ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے۔

☆☆☆☆☆

MOHD. YASIN MOHD. YAMIN
PERFUMERS
EXPORTERS & IMPORTERS
Tayyab Shamama — طیب شمامہ
Shamama Abid Sperini — شمامہ عابد اسپیشل
Amber Abid — عنبر عابد
Nanish Amber — ملک عنبر
Attar Hena — عطر حنا
Attar Gulab — عطر گلاب
Attar Keora — عطر کیوڑہ
Attar Motia — عطر موتیا
Attar Zafran — عطر زعفران
Rooh Khus — روح خس
Jannatul Firdaus — جنت الفردوس
Majmua — مجموعہ
Kannauj-209725 (U.P.)
Tel. : 05694-234445, 234725, Fax : 234388
Mobile : 09839208298 (Mohd. Furqan)
E-mail : mymykannauj@yahoo.co.in

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
دواؤں کے ٹائپ
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

R.U. KHAN
MOBILE : 9335916892, 9415001164
ACE LABEL WORLD

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
23460220-23468708

CAFE FIRDOS
فردوس کے نئے
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
menmark
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001